اردو کا کلاسیکی ادب
دیوانِ غالب
نسخۂ حمیدیہ
مرتبہ
پروفیسر حمید احمد خاں
مجلسِ ترقیٔ ادب ۰ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
اردو کا کلاسیکی ادب
دیوانِ غالب
نسخۂ حمیدیہ
ناشر
مجلسِ ترقیِ ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

دیوان غالب نسخۂ حمیدیہ

طبع دوم : جون ۱۹۹۲ع

تعداد : ۱۱۰۰

ناشر : احمد ندیم قاسمی
ناظم مجلس ترقی ادب ، کلب روڈ ، لاہور

مطبع : سعادت آرٹ پریس ، ایبٹ روڈ ، لاہور

طابع : توفیق الرحمان

قیمت : ۷۰ روپے

فہرست

قصائد

غزلیات

ردیف الف

شمار — صفحہ

ردیف ب

ردیف ت

شمار صفحہ

ردیف ث

ردیف ج

ردیف چ

ردیف ح

ردیف د

ردیف ر

شمار | صفحہ

ردیف ز

ردیف س

ردیف ش

شمار　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ

ردیف ع

ردیف غ

ردیف ف

ردیف ک

ردیف گ

ردیف ل

شمار | صفحہ

ردیف م

ردیف ن

صفحہ

ردیف و

ردیف ہ

شمار | صفحہ

ردیف ی

شمار	صفحہ

رباعیات

شمار	صفحہ

دیباچہ

از

پروفیسر حمید احمد خاں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

مرزا غالب کی وفات کے پچاس سال بعد بھوپال کے کتب خانۂ حمیدیہ میں دیوانِ غالب کا سب سے پہلا نسخہ[1] ایک خوش نما مخطوطے کی صورت میں دستیاب ہوا۔ اس دریافت نے اُس زمانے کے ادبی حلقوں میں ایک سنسنی سی پیدا کر دی کیونکہ غالب کا پہلا دیوان اُس بے دریغ قطع و برید کے باعث، جس کا ذکر حالی، آزاد اور خود غالب نے کیا ہے، محض ایک ادبی حکایت بن کر رہ گیا تھا۔ اب جو یہ پورا دیوان غیر مترقبہ طور پر میسر ہو گیا تو اکثر اہلِ ذوق نے اس کی طباعت و اشاعت کا خیر مقدم کیا، اگرچہ بعض لوگوں کو اعتراض ہوا کہ جو اشعار مرزا غالب نے خود رد کر دیے تھے، اُنھیں اس طرح نشر کر کے گڑے مردے اکھیڑنا کیا ضرور ہے۔ با ایں ہمہ بھوپال کے ڈائرکٹر سر رشتۂ تعلیم، ضیاء العلوم مفتی

۱۔ دورانِ تحریر میں اطلاع ملی ہے کہ انھیں دنوں ہندوستان میں ایک قدیم تر مخطوطے کا پتا چلا ہے۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو بھی وہ خصوصیت جو گذشتہ نصف صدی میں بھوپال کے قلمی دیوان کو حاصل رہی، اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔

محمد انوارالحق ، کے فہم ِ سلیم نے صحیح فیصلہ کیا اور دیوان غالب کا یہ نسخہ جو نواب محمد حمید اللہ خاں[1] کے اعزاز میں ''نسخۂ حمیدیہ'' کہلایا ، مفتی صاحب کے اہتمام سے مخطوطے کی کتابت کے ٹھیک ایک صدی بعد ۱۹۲۱ء میں شائع ہو گیا ۔

قلمی دیوان کی کتابت نومبر ۱۸۲۱ء میں تکمیل کو پہنچی تھی ۔ اس دیوان کے آخری صفحے پر دیوان کی آخری رباعی کے بعد سرخ روشنائی میں یہ خوشخط تحریر ملتی ہے :

دیوان من تصنیف مرزا صاحب و[2] قبلہ
المتخلص بہ اسد و غالب سلمہم ربہم
علی ید العبد المذنب حافظ معین الدین
بتاریخ پنجم شہر صفر المظفر ۱۲۳۷
من الھجرت النبویہ[3] صورتِ اتمام یافت ۔

دیوان کے آغاز سے پہلے ِ جلد کے اندر حسب دستور جو سادہ اوراق لگائے گئے ہیں ، اُن میں سے دو پر مولوی محمد فضل حق کے نام مرزا غالب کے فارسی مکتوب بہ صنعتِ تعطیل (مشمولۂ پنج آہنگ) کی بد خط نقل ہے ۔ دیوان کے مندرجات کی ترتیب یوں ہے : پہلے ۴ قصائد ہیں ،

۱- اُس وقت : نواب زادہ محمد حمید اللہ خاں ، چیف سیکرٹری ، ریاست بھوپال ۔

۲- کذا ۔

۳- مطابق یکم نومبر ۱۸۲۱ء ۔

پھر ۲۷۵ غزلیات اور ان کے بعد ۱۱ رباعیات ۔ آخری رباعی ہے : ''مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل''۔ چونکہ صرف یہی رباعی اور اس کے نیچے حافظ معین الدین کی مندرجۂ بالا اختتامی تحریر آخری صفحے پر آئی ہے اس لیے صفحے کا تقریباً دو تہائی حصہ خالی رہ گیا ہے ۔ خالی جگہ میں فوجدار محمد خاں[1] کی ۱۲۴۸ھ کی مُہر ثبت ہے جس سے کم از کم یہ واضح ہوتا ہے کہ فوجدار محمد خاں کے کتب خانے میں یہ دیوان تاریخِ کتابت کے گیارہ بارہ برس بعد پہنچا ۔ اسی بنا پر مفتی انوارالحق کا یہ قیاس محل نظر ہے کہ قلمی دیوان ''غالباً رئیس وقت نواب غوث محمد خاں صاحب کے بیٹے میاں فوجدار محمد خاں صاحب کے لیے لکھا گیا تھا''۔[2] یہ امر بھی مشتبہ ، بلکہ بعید از قیاس ، ہے کہ دیوان کے حاشیے کے اضافے اور متن کی اصلاحیں ۱۲۴۸ھ کے بعد معرضِ تحریر میں آئیں ، یا دیوان کا یہ نسخہ بھوپال پہنچنے کے بعد مزید اندراجات کے لیے پھر کبھی دہلی بھیجا گیا ۔ گمانِ غالب ہے کہ قلمی دیوان میں حاشیے کے اضافے اور متن کی ترمیمات ۱۲۳۷ھ اور ۱۲۴۸ھ کے درمیان درج ہو چکی تھیں اور دیوان ان ترمیمات و حواشی کے ساتھ ہی بھوپال پہنچا ۔ بھوپال کے نسخے اور دیوان غالب کے اس مخطوطے کو ، جو حافظ محمود خاں شیرانی

۱۔ فوجدار محمد خاں ، بھوپال کے نواب غوث محمد خاں کے بیٹے تھے ۔
۲۔ دیکھیے مفتی انوار الحق کے شائع کردہ نسخے کا صفحہ ۵ ۔

مرحوم کے مجموعۂ کتب میں شامل ہے[1] ، اگر ملا کر پڑھیے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بھوپال کے قلمی نسخے میں حاشیے کے اضافے غالب کے سفرِ کلکتہ پر روانہ ہونے سے پہلے ، یعنی ۱۸۲۶ع تک ، تصنیف ہو چکے تھے ۔ معنوی طور پر بھی ان میں بہت سے اشعار ایسے ملتے ہیں جو غالب کی پختگیٔ فکر کے کسی دور (مثلاً ۳۳ - ۱۸۳۲ع کے بعد) سے منسوب نہیں کیے جا سکتے ۔

مفتی انوارالحق کا نسخہ شائع ہوا تو یہ حقیقت مخفی نہ رہی کہ مطبوعہ نسخہ قلمی نسخے کی صحیح نقل نہیں ہے ۔ اس بارے میں شاید سب سے بڑی قباحت یہ ہوئی کہ مفتی صاحب کے نسخے میں کئی جگہ حاشیے کے اندراجات اور متن کے درمیان ضروری امتیاز قائم نہ رہ سکا ۔ چنانچہ صحیح صورت حال کی دریافت کے لیے قلمی نسخے کا معائنہ ضروری ہوگیا ۔ اواخرِ اگست ۱۹۳۸ع میں حیدرآباد دکن کے ایک سفر سے واپس لاہور آتے ہوئے میں بھوپال ٹھہر گیا اور سرکاری کتب خانے میں بیٹھ کر مطبوعہ نسخے اور قلمی

۱- اس قلمی دیوان کی تاریخ کتابت معلوم نہیں ہے لیکن بھوپال کے مخطوطے کے حاشیے کے اندراجات اس کے متن میں ملتے ہیں ۔ خود اس قلمی دیوان کے حاشیے پر ایسی غزلیں درج ہیں جو غالب نے دہلی سے کلکتے جاتے ہوئے لکھیں ۔ بالفاظ دیگر اس دیوان کے متن کی کتابت غالب کے کلکتے روانہ ہونے سے پہلے مکمل ہو چکی تھی ۔

نسخے کے اندراجات کا مقابلہ کرتا رہا ۔ اس موقع پر مجھے اندازہ ہوا کہ حواشی اور متن کا فرق ملحوظ نہ رہنے سے قطع نظر ، مطبوعہ نسخے میں ایک بڑا فتور یہ پیدا ہوا ہے کہ قلمی نسخے میں غزلیات کی ترتیب مطبوعہ نسخے تک پہنچتے پہنچتے کچھ کی کچھ ہو گئی ہے ۔ مثلاً مخطوطے کی پچیسویں غزل (بسکہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا) مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳ پر شروع ہوتی ہے اور اس غزل سے اگلی ، یعنی چھبیسویں ، غزل (نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بے وفائی کا) مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۱۲ پر ۔ یہ صورت حال دیکھ کر میرے لیے لازم ہوا کہ میں اپنی پوری توجہ دو باتوں پر مرکوز رکھوں : اول یہ کہ قلمی نسخے کے مندرجات کی صحیح ترتیب معیّن کروں اور دوم یہ کہ حاشیے اور متن کے اندراج کے معاملے میں قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے درمیان جہاں جہاں اختلاف ہے ، اُس کے متعلق مفصل یاد داشتیں لے لوں ۔ افسوس ہے کہ وقت کی کوتاہی کے باعث میرے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ مخطوطے کے ہر شعر اور مصرع کو لفظ بلفظ دیکھ لیتا ۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ ترتیبِ منظومات کی تصحیح اور حواشی کی تشخیص کرتے ہوئے مطبوعہ نسخے کے کاتب کی لفظی فروگذاشتوں پر جا بجا نظر پڑی ۔ ان کا ذکر قارئین کو حسبِ موقع دیوان کے متعلقہ صفحات پر حاشیے کے اشارات میں ملے گا ۔

۱۹۲۱ع کا نسخۂ حمیدیہ بھوپال کے قلمی دیوان کی پہلی مطبوعہ نقل ہے۔ افسوس ہے کہ قلمی دیوان سے انحراف کی جتنی مختلف قسمیں تصور میں آ سکتی ہیں وہ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں موجود ہیں، بجز اس ایک صورت کے کہ قلمی دیوان کا شاید کوئی شعر مطبوعہ نسخے سے حذف نہیں ہؤا۔ تاہم قلمی دیوان کے پیشِ نظر نہ ہوتے ہوئے مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے پر تکیہ ناگزیر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے نسخے کی تیاری میں مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے کے متن کو بنیادی متن قرار دیا ہے لیکن قلمی نسخے سے لی ہوئی یادداشتوں کی روشنی میں یا کسی دوسری قابل اعتمادِ شہادت کے سہارے مطبوعہ نسخے سے جا بجا انحراف کیا ہے۔ اس قسم کے انحراف کے حوالے قارئین کو آیندہ صفحات میں بکثرت ملیں گے۔ ان حوالوں کی موجودگی سے در گزر کیجیے تو اس زیر نظر نسخے کا متن بھوپال کے مخطوطے کی ہُو بہُو نقل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں نہ صرف بعد کی سب اصلاحیں بلکہ وہ پوری کی پوری غزلیں بھی شامل ہیں جن کا بھوپال کے مخطوطے میں سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اس طرح گو قارئین کو متداول دیوان کا الگ نسخہ مقابلے کے لیے پاس رکھنے کی ضرورت نہ رہی لیکن ابتدائی اور آخری دور کے کلام کے ساتھ ساتھ چھپنے کی وجہ سے بھوپال کے مخطوطے کے علیحدہ وجود کا تصور وضاحت سے قائم نہ رہ سکا۔ میں نے آئندہ اوراق

میں بھوپال کے مخطوطے کی نقل پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اور متداول دیوان سے اس ابتدائی متن کا مقابلہ خود قارئین کی بینش و دانش پر چھوڑا ہے۔

اس نسخے کی تیاری کے کام میں مجھے اپنی ۱۹۳۸ع کی یادداشتوں کے ناکافی ہونے کا بار بار احساس ہؤا۔ بعض موقعوں پر مجھے مولانا امتیاز علی عرشی کے مرتّبہ دیوان (علی گڑھ، ۱۹۵۸ع) اور پروفیسر محمود شیرانی کے دریافت کردہ قلمی دیوان سے گراں قدر مدد ملی، جس کا میں بصد شکریہ اعتراف کرتا ہوں۔ قارئین کو آئندہ صفحات میں "نسخۂ عرشی" اور "نسخۂ شیرانی" کے جو حوالے ملیں گے، ان سے علی الترتیب یہی مطبوعہ اور قلمی دیوان مراد ہیں۔

آج سے تیس برس قبل جب میں غالب کے پہلے اردو دیوان کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بھوپال پہنچا تو یہ بات میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہ گزری تھی کہ اس مخطوطے کی صحیح نقل مرتّب کرنے کی ذمہ داری کبھی مجھ پر آ پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۸ع میں قلمی دیوان کے معائنے کے بعد جو یادداشتیں میں نے قلم بند کیں، ان کی اصل حیثیت ذاتی حوالے کے اشارات سے زیادہ نہ تھی۔ ان اشارات کا مصرف اس وقت میرے نزدیک محض یہ تھا کہ میں اپنی اطلاع کے لیے کبھی کبھی حسبِ ضرورت انھیں دیکھ سکتا تھا۔ سالہا سال میں اسی خیال میں رہا مگر کچھ عرصہ ہؤا ہندوستان کے بعض غالب شناس احباب نے مجھے لکھا

کہ بھوپال کا مخطوطہ کتب خانۂ حمیدیہ سے غائب ہو گیا ہے۔ اب مجھے اندازہ ہؤا کہ جن یادداشتوں کو میں نے ذاتی ذخیرۂ معلومات کی حیثیت دے رکھی تھی، وہ دوسروں کے لیے بھی موجبِ دل چسپی ہوں گی، کم از کم اُس وقت تک کہ بھوپال کا گم شدہ مخطوطہ دوبارہ ہاتھ نہ آ جائے۔ یہ نسخہ جو اب شائع ہو رہا ہے اس لحاظ سے بھوپال کے مخطوطے کی صحیح نقل ہے کہ اس کے متن میں صرف وہی مضمون آیا ہے جو حافظ معین‌الدین کے لکھے ہوئے دیوان کے متن میں ملتا ہے اور قلمی دیوان کے حاشیے کے اندراجات یہاں بھی حواشی کی صورت میں دیے گئے ہیں۔ قصائد، غزلیات اور رباعیات کی ترتیب اور پھر ہر رباعی، غزل اور قصیدے میں اشعار کی ترتیب بعینہ بھوپال کے قلمی نسخے کے اندراجات کے مطابق ہے۔ املا میں البتہ قلمی نسخے کے بجائے مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے کا تتبع کیا گیا ہے۔ قلمی نسخے کے کاتب یا کاتبوں کے ڈیڑھ سو برس پرانے املا کا بجنسہ اختیار کرنا مجھے مناسب معلوم نہیں ہؤا، اگرچہ کہیں کہیں میں نے حسب ضرورت ان کاتبوں کی خصوصیاتِ تحریر کا ذکر کیا ہے۔ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں بڑی حد تک جدید اصولِ کتابت ملحوظ رکھے گئے ہیں اور جا بجا اضافت کا استعمال ہؤا ہے جو بجائے خود قلمی نسخے کے املا سے انحراف ہے۔ مگر بحالاتِ موجودہ انحراف کی یہ صورت قبول کیے بغیر چارہ نہ تھا۔

تجدیدِ املا سے قطع نظر، میں نے لفظی اختلاف کے معاملے میں ہر موقع پر قلمی نسخے کے اندراج کا لحاظ کیا ہے۔ مثلاً متداول دیوان کی مشہور غزل: ''آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک'' کے اکثر اشعار قلمی دیوان کے متن میں موجود ہیں، مگر قلمی دیوان میں اس غزل کی ردیف ''ہوتے تک'' ہے۔ میں نے مطبوعہ نسخے سے اختلاف کرکے یہی آخرالذکر صورت اختیار کی ہے، کیونکہ گو اکثر قارئینِ غالب کے لیے اب ''ہونے تک'' کے بجائے ''ہوتے تک'' کہنا ناگوارِ خاطر ہے لیکن بآثار ظاہر اس ردیف کی اصلی صورت وہی تھی جو بھوپال کے قلمی دیوان میں ملتی ہے۔

بھوپال کے مخطوطے کے مطالعے سے قاری کے ذہن میں متعدد سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سلسلۂ سوالات قدرۃً مخطوطے کی اس مطبوعہ نقل میں بھی منتقل ہو گیا ہے۔ ان سوالات میں سے بعض کی نوعیت محض ادبی ہے اور بعض کی خالصۃً تحقیقی۔ ادبی نوعیت کے سوالات آن مغلق فارسی ترکیبوں (مثلاً ''ہوسِ گستاخیٔ آئینہ'' یا ''وادیٔ جوہر غبار'') کے متعلق پیدا ہوتے ہیں جن کی ابتدائی کلام میں کثرت ہے اور جن کی جگہ قلمی دیوان ہی کے متن میں بتدریج غالب کے نئے اندازِ بیان کو ملنے لگتی ہے۔ ان ادبی سوالات سے قطع نظر، کچھ اور سوالات ذہن میں آتے ہیں جن کا جواب مل جائے تو ممکن ہے کچھ نئے نتائج مستنبط ہوں۔ مثلاً دیوان کے متن میں کتنی غزلیں ''اسد'' تخلص کی ہیں اور

کتنی "غالب" تخلص کی[1]؟ حاشیے کے اندراجات میں غالب یا اسد تخلص کتنی بار استعمال ہوا ہے؟ اس قسم کے سوالات کا جواب قلمی نسخے ہی میں آسانی سے مل جاتا ہے ۔ مگر بعض اور مسائل ہیں جن کی تفتیش کے لیے یارانِ نکتہ داں کو صلائے عام دیے بغیر چارہ نظر نہیں آتا ۔ "عبدالعلی"، "عبدالصمد مظہر" اور "آغا علی"، جنھوں نے گاہ بگاہ دیوان کے کسی شعر پر صاد کیا ہے، کون حضرات ہیں؟ اور پھر حافظ معین الدین، جنھوں نے پورا دیوان خوش خط لکھا، کون تھے؟ ان لوگوں سے غالب کو دورِ شباب میں کیا اور کس قسم کا تعلق رہا؟ غالب نے بعض مقطعوں میں اپنے آپ کو دہلی کا باشندہ ظاہر کیا ہے، لیکن کسی جگہ دہلی میں اپنے قیام کو عارضی اور مسافرانہ بھی قرار دیا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ نسخۂ حمیدیہ کی کون سی غزلیں قیامِ آگرہ کے دوران میں لکھی گئیں اور کون سی اس زمانے میں جب مرزا غالب بالآخر آگرہ چھوڑ کر مستقل طور پر دہلی چلے آئے؟ اس قسم کے کئی پیچیدہ مسائل ابھی تک حل طلب ہیں اور عجب نہیں کہ ہمیشہ حل طلب رہیں ۔ میری رائے میں یہ دیباچہ، جس کا مقصد بھوپال کے

۱- میرے شمار کے مطابق ۲۳۵ غزلوں میں تخلص "اسد" آیا ہے اور ۳۸ میں "غالب"۔ ایک غزل (غزل ۱۵۷) میں بجائے تخلص کے پورا نام "اسد اللہ خاں" آیا ہے اور ایک غزل (غزل ۲۲۳) تخلص کے بغیر ہے۔

قلمی نسخے کا تعارف ہے، ان دقیق مسائل اور تفصیل طلب مباحث کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ یہ گتھیاں سلجھانے کے لیے تنقید و تحقیق کے علیحدہ باب کھولنے کی ضرورت ہے ۔

دیوان کے مطبوعہ اوراق سامنے آئے تو اندازہ ہوا کہ صحت طباعت کے لیے پوری کوشش کے باوجود متن میں، اور خود اپنے لکھے ہوئے حواشی میں ، جا بجا غلطیاں رہ گئی ہیں ۔ ایک "صحت نامۂ اغلاط" دیوان کے آخر میں دیا جا رہا ہے ۔ قارئین سے درخواست ہے کہ صحت نامہ سامنے رکھ کر غلطیوں کی تصحیح فرما لیں ۔

اس نسخے کی ترتیب و اہتمام میں عزیزم گوہر نوشاہی جس طرح میرا ہاتھ بٹاتے رہے اس سے کام کی ہر منزل میرے لیے آسان اور خوش گوار بن گئی ۔ نسخۂ شیرانی اور نسخۂ عرشی میں سے اکثر حوالے میرے لیے گوہر نوشاہی صاحب نے تلاش کیے اور شروع سے آخر تک سب پروف بڑی احتیاط سے دیکھے ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مشکل اشعار کے معنی سمجھنے کی پُرلطف کوشش میں وہ برابر میرے ساتھ شریک رہے ۔ محبِ مکرم سید امتیاز علی تاج کا شکریہ بھی واجب ہے جن کی تحریک اور ترغیب و اصرار کے بغیر یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا ۔

(فروری ۱۹۶۹ع)

حمید احمد خان

اوپر میں نے کتاب کے غلط نامے کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں میری ایک خطا ایسی ہے جسے منجملۂ اغلاطِ فواحش قرار دیے بغیر چارہ نہیں۔ بھوپال کے قلمی نسخے میں بعض غزلیں ایسی ہیں جو متن میں شامل ہونے کے باوجود کسی مغالطے کے باعث حاشیے پر بھی نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ غزل : ''نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا'' متن میں یہ چونتیسویں غزل ہے۔ اسے غزل ۳۳ (کس کا خیال آئنۂ انتظار تھا) اور غزل ۳۵ (ز بس خوں گشتۂ رشک وفا تھا وہم بسمل کا) کے درمیان آنا چاہیے تھا مگر اس غزل کے ساتوں شعر اس سے پہلے غزل ۲۰ (نالۂ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا) کے حاشیے میں بھی درج ملتے ہیں۔ میں نے اس صورتِ حال سے دھوکا کھا کر اس غزل کو (کسی عالم سرگشتگی میں) متن سے حذف کر دیا۔ اب دیوان کے طبع ہو جانے کے بعد اس پر پھر نظر ڈالی تو یہ غلطی علم میں آئی۔ حضرات قارئین میری اس لغزش سے درگزر فرما کر صفحہ ۴۷ کے حاشیے کے ساتوں اشعار صفحہ ۵۹ پر متن میں بھی درج فرما لیں۔

ان سب کوششوں کے باوجود (دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ!) دیوان کی عبارت غلطیوں سے پاک نہیں ہو سکی۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ قلمی دیوان کے متن میں حافظ معین الدین نے جو اغلاط کتابت ابتداءً داخل

کیں ، اور دیوان کے حواشی پر موٹے قلم والے بدخط کاتب (غالباً عبدالصمّد مظہر) نے اپنی بےبضاعتی اور بےاحتیاطی کے باعث جو گل کھلائے ، اُن سب پر مفتی انوارالحق کے نسخے کے کاتب نے دہ چند اضافے کیے - با ایں ہمہ ، میں نے بدرجۂ مجبوری اس اصول کی پابندی کی ہے کہ جب تک بھوپال کا مخطوطہ دوبارہ دستیاب نہ ہو ، مفتی انوارالحق کے شائع کردہ نسخے کی عبارت سے بلاوجہِ موجّہ انحراف نہیں کرنا چاہیے -

ح - ا - خ

دیوانِ غالب

(نسخۂ حمیدیہ)

مرتبہ

پروفیسر حمید احمد خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہرِ ترویجِ[1] جنابِ والیِ یوم الحساب
ضامنِ تعمیرِ قصرستانِ دلہائے خراب

جرم بخشائے کہ گر جوشد بہارِ رحمتش
بر فنائے خویش لرزد چوں دلِ مجرم عذاب

رافتش اعدائے او را در شمارِ سالِ عمر
نعلِ واژوں بندد از ناخن بر انگشتِ حساب

نوح عمرے ماند طوفانی بہ بحرِ وحدتش
تا سر و زانو بہ موجے باخت مانندِ حباب

نغمہ چوں خوں در رگِ ابریشمِ ساز افسرد
ہیبتِ نہیش اگر جوشد بوضعِ احتساب

بارگاہش را ز خورشید است خشتِ آستاں
شمعِ بزمش را ست کلگیر از دو لختِ ماہتاب

ہم چمن زارِ ازل را قدرتش رنگ آفریں
ہم گلستانِ ابد را خوئے جاں بخشش سحاب

۱- مفتی انوار الحق کے شائع کردہ نسخے میں "بہرِ ترویج" سہوِ کتابت سے "بہرِ ترویج" ہو گیا ہے ، چنانچہ یہاں (اور بعد کے اشعار میں بھی جا بجا) اس غلطی کی تصحیح کر دی گئی ہے - واضح رہے کہ اس قصیدے کے اکثر اشعار کلیاتِ فارسی ، مطبوعہ نول کشور ، کے قطعہ نمبر ۶۰ میں ملتے ہیں -

بہرِ ترویجِ جنابِ اقدسے کز حکمِ او
صیقلِ آئینہ ہر نورِ نظر ریزد حجاب
آستانش بر نشانگاہِ جلالے کز ادب
حلقۂ بیرونِ در گردیدہ چشمِ آفتاب
در پناہِ عفتش حورانِ جنت را ہنوز
پنبۂ روزن بود چشمِ سفیدِ ماہتاب
سایہ اش جز در حریمِ قدس نتوان یافتن
کز شکستِ رنگِ امکاں عصمتش دارد نقاب
بہرِ ترویجِ خدائے از دو عالم رستگاں
عابدِ اللہ و معبودِ خلائق بو تراب
مہرباں پیرے کہ بہرِ دیدنِ ماہِ صیام
در کفِ مستانِ او تیغے ست از موجِ شراب
بادۂ خمخانۂ او پرتوِ نورِ جمال
پنبۂ مینائے او چشمِ سفیدِ ماہتاب
شہسوارِ قدرتے کز فرطِ تعظیم و جلال
سرمہ در چشمِ رکابش می کشد گردِ کتاب
ذوالفقارش شاہدے کاندر تماشا گاہِ قتل
میکشد در شوقِ او از موج الف بر سینہ آب
در خیالِ صدمۂ جاں دادگانِ ضربتش
می جہد از دیدۂ عیسٰی چراغِ آفتاب
دُلدلِ برق آفرینش را رمے کاندر خیال
می جہد ہمچوں نگاہ از حلقۂ چشمِ رکاب

بسکہ شد ویرانِ شوخیِ خانۂ نظارہ اش
عینکِ پیرِ فلک گردیدہ ماہ و آفتاب

بہرِ ترویجِ حسنؓ ، فرماں دہِ اقلیمِ دیں
خسروِ عرش آستاں ، شاہنشہِ قدرت مآب

ناظمِ حسن آفرینی ، کز برائے خدمتش
از شفق بندد حنا بر شام دستِ آفتاب

جلوہ ریز آید اگر لطفش بہ ہنگامِ غضب
دودِ آتش می شود بارانِ رحمت را سحاب

بشکنند شانِ تغافل گر بہ دلداریِ ناز
لذتِ قندِ محبت جوشد از زہرِ عتاب

توسنِ قدرش کہ عرش و خلد جولانگاہِ اوست
از خمِ زانوے جبریلِ امیں دارد رکاب

بہرِ ترویجِ شفیعِ عاصیاں ، یعنی حسینؓ
آنکہ جنت راست از اشکِ عزاداریش آب

بادشاہِ صابرے ، دریا دلے ، تشنہ لبے
کز غمش از لعل خون باراست چشمِ آفتاب

شاہِ غیرت آفرینے ، کز پۓ تعلیمِ صبر
بخیۂ نقشِ قدم زد بر لبِ موجِ سراب

عاشقِ اللہ و معشوقِ وفادارِ رسولؐ
قبلۂ عشق و پناہِ حسن و جانِ بو تراب

درگہش را مخملِ خوابِ زلیخا فرشِ راہ
خیمہ گاہش را نگاہِ ماہِ کنعانی طناب

بہرِ ترویجِ امام ابنِ امام ابنِ امام
آدمِ آلِ عبا ، شاہنشہِ عالی جناب

آستانش عالی و منزل کہ قدرش رفیع
بارگاہش عرش سامان و جنابش مستطاب

لالہ را ہم رنگیِ چشمِ بخوں آلودہ اش
میزند بر فرق از داغِ غلامی انتخاب

بہرِ ترویجِ محمد باقرِ رض حیدر رض نژاد
کز خیالِ آستاں بوسیش می رقصد ثواب

بہرِ ترویجِ محمد جعفر رض صدق آفریں
عالمِ علمِ نبی و واقفِ سرِّ کتاب

بہرِ ترویجِ شہِ کاظم رض کہ در ہر عالم ست
چوں قضا حکمش رواں و چوں قدر رایش صواب

بہرِ ترویجِ رضا رض شاہِ خراساں ، کز کرم
بہرِ تعمیرِ جہاں ، از کہکشاں دارد طناب

بہرِ ترویجِ تقی رض کاندر تماشا گاہِ اوست
طاقِ ایوان آسماں ، آئینۂ او آفتاب

بہرِ ترویجِ نقی رض کز بہرِ تقریبِ نیاز
تحفہ آورد است نرگسداں بہ بزمش ماہتاب

بہرِ ترویجِ حسن رض پشت و پناہِ خافقین
شاہِ کیواں بارگاہ و خسروِ جنت جناب

بعد ازیں ، بہرِ ظہورِ مہدیِ رض صاحب زماں
ظلمت آبادِ شبِ کفر و حسد را آفتاب

ابرِ لطفش ز آتشِ دوزخ ببالاید بهشت
برقِ قہرش ابرِ رحمت را کند دودِ کباب

حبّذا معمارِ خلقے کز پئے تعمیرِ دیں
در کف از سر رشتۂ شرعِ نبی دارد طناب

میکند از ہم جدا صرّافِ حکمِ قدرتش
در سیاست‌گاہِ نصفت مس ز سیمِ ماہتاب

بعد ازیں بہرِ شہیدانے کہ خوش جاں‌دادہ اند
در شہادت گاہ ، شاہِ کربلا را در رکاب

سیّما از بہرِ ترویجِ علم دارِ حسینؓ
پیشوائے لشکرِ شبّیر ابنِ بو تراب

حضرتِ عباسِؓ عالی رتبہ کز چوگانِ او
می رود مانندِ گوئے بے سروپا آفتاب

بعد ازیں تاثیرِ دلجوئی دعائے زمرہ ایست
کز قلق دارند در دل آتش و در چشم آب

پادشاہاں ، مومناں ، جنت نصیباں ، عاشقاں
بے دلاں ، یعنی عزادارانِ آلِ بوتراب

راقمِ بے چارۂ پژمردہ دل یعنی اسد
کز فسردن‌ہائے دل گردیدہ پابندِ جلاب

بر زباں مُہرِ خموشی و بہ دل جوشِ جنوں
در ہوس آبادِ نادانی اسیرِ پیچ و تاب

نقدِ آگاہی بہ وہمِ فرصتے در باختہ
دستِ خالی بر سر و دل پایمالِ اضطراب

غافل از رفتارِ عمر و فارغ از تکمیلِ عشق
کردہ آغوشِ وداعِ دل نشیمن گاہِ خواب

بسکہ در صحرائے وحشت عقل و دیں درباختہ
لذتِ قندِ محبت جوید از زہرِ عتاب

خود تو میدانی کہ کم گردیدہٗ دشتِ امید
تشنہ تر میگردد از بے آبیِ موجِ سراب

دل ز کار آفتاد و پا واماند و دست از ہم شکست
قطعِ منزل کے تواں کردن بہ ایں حالِ خراب

مدّعا را بر زباں آوردن از بیگانگی است
جز نگاہت شاہدِ ما را کفن بادا نقاب

ذوقِ مطلب از تو و من از تو و مطلب ز تو
خود تو می بخشی و می فہمی زبانِ اضطراب

شعلہٗ شوقِ ہوس دارم ز سودائے جنوں
کاتشِ افسردہ را بخشد بہارِ التہاب

دین و دنیا را بلا گردانِ نازت کردہ ام
جلوہٗ رنگیں تر از صد گلشنِ خلد انتخاب

حرمتِ جانِ محمدؐ یک نظر کن سوئے من
یا علیؓ یا مرتضیٰؓ یا ابوالحسنؓ یا ابوترابؓ!

قصیدۂ حیدری بہ تمہیدِ بہارِ مغفرت

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چمن سے بے کار
سایۂ لالۂ بے داغ ، سویدائے بہار

مستیِ بادِ صبا سے ہے بعرضِ سبزہ
ریزۂ شیشۂ مے جوہرِ تیغِ کُہسار

سنگ یہ کارگہِ ربطِ نزاکت ہے کہ ہے
خندۂ بے خودیِ کبک بہ دندانِ شرار

سبز جوں جامِ زمرد ، نہ ہو گر داغِ پلنگ
نشۂ نشو و نما کو سمجھ افسونِ بہار

کشتۂ افعیِ زلفِ سیہِ شیریں کو
بے ستوں سبزے سے ہے سنگِ زمرد کا مزار

حسرتِ جلوۂ ساقی ہے کہ ہر پارۂ ابر
سینہ بیتابی سے ملتا ہے بہ تیغِ کُہسار

دشمنِ حسرتِ عاشق ہے رگِ ابرِ سیاہ
جس نے برباد کیا ریشۂ چندیں شبِ تار

مستیِ ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت
کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشار

کوہ و صحرا ہمہ معموریِ شوقِ بلبل
راہِ خوابیدہ ہوئی خندۂ گُل سے بیدار

چشم بر چشم چنے ہے بہ تماشا مجنوں
ہر دو سو خانۂ زنجیرِ نگہ کا بازار

خانۂ تنگ، ہجومِ دو جہاں کیفیت
جامِ جمشید ہے یاں قالبِ خشتِ دیوار

سونپے ہے فیضِ ہوا صورتِ مژگانِ یتیم
سرنوشتِ دو جہاں ابر بہ یک سطرِ غبار

کفِ ہر خاکِ چمن آئنہ قمری صیقل
دامِ ہر کاغذِ آتش‌زدہ طاؤس شکار

سنبل و دام کمیں خانۂ خوابِ صیّاد
نرگس و جام سیہ مستیِ چشمِ بیدار

طرہ ہا بسکہ گرفتارِ صبا ہیں ، شانہ
زانوئے آئنہ پر مارے ہے دستِ بےکار

بسکہ یکرنگ ہیں دل ، کرتی ہے ایجاد نسیم
لالے کے داغ سے جوں نقطہ و خط سنبلِ زار

اے خوشا فیضِ ہوائے چمنِ نشو و نما
بادہ پُر زور و نفس مست و مسیحا بیمار

جوہرِ ناخنِ بُریدہ بہ اندازِ ہلال
ریشۂ عجز کو کرتا ہے نمو سے سرشار

ہمتِ نشو و نما میں یہ بلندی ہے کہ سرو
پرِ قمری سے کرے صیقلِ تیغِ کہسار

ہر کفِ خاک جگر تشنۂ صد رنگِ ظہور
غنچے کے میکدے میں مستِ تامل ہے بہار

کس قدر عرض کروں ساغرِ شبنم یارب!
موجۂ سبزۂ نوخیز ہے لبریزِ خمار

غنچۂ لالہ سیہ مستِ جوانی ہے ہنوز
شبنمِ صبح ہوئی رعشۂ اعضاے بہار

بے دماغیِ تپش[1] سے ہوئی عریاں آخر
شاخِ گلبن پہ صبا چھوڑ کے پیراہنِ خار

سازِ عریانیِ کیفیتِ دل ہے لیکن
یہ مئے تند نہیں موجِ خرامِ اظہار

موجِ مے پر ہے براتِ نگرانی امید
گلِ نرگس سے کفِ جام پہ ہے چشمِ بہار

گلشن و میکدہ سیلابیِ یک موجِ خیال
نشہ و جلوۂ گل بر سرِ ہم فتنہ عیار

میکدے میں ہو اگر آرزوے گل چینی
بھول جا یک قدحِ بادہ بطاقِ گلزار

موجِ گل ڈھونڈ بہ طوفاں کدۂ غنچۂ باغ
گم کرے گوشۂ میخانہ میں گر تو دستار

پشتِ لب تہمتِ خط کھینچے ہے بے جا یعنی
سبز ہے موجِ تبسم بہ ہوائے گفتار

کھینچے گر مانیِ اندیشہ چمن کی تصویر
سبز مثلِ خطِ نوخیز ہو خطِّ پرکار

جائے حیرت ہے کہ گلبازیِ اندیشۂ شوق
اس زمیں میں نہ کرے سبز قلم کا[2] رفتار

۱- بدل کر ”جوشِ بیدادِ تپش“ کیا گیا - ملاحظہ ہو مفتی انوارالحق کا نوٹ ان کے نسخے کے صفحہ ۲۲۵ پر -

۲- مولانا عرشی نے اسے سہوِ کاتب قرار دے کر اپنے نسخے میں ”کی“ شائع کیا ہے -

مطلعِ ثانی

لعل سے کی ہے بہ مدحِ چمن آرائے بہار
طوطیِ سبزۂ کُہسار نے پیدا منقار

کسوتِ تاک میں ہے نشۂ ایجادِ ازل
سبحۂ عرضِ دو عالم بہ کفِ آبلہ دار

بہ نظر گاہِ گلستانِ خیالِ ساقی
بے خودی دامِ رگِ گل سے ہے پیمانہ شکار

بہ ہوائے چمنِ جلوہ ہے طاؤس پرست
باندھے ہے پیرِ فلک موجِ شفق سے زنّار

یک چمن جلوۂ یوسف ہے بہ چشمِ یعقوب
لالہ‌ہا داغ برافگندہ و گل ہا بے خار

بیضۂ قمری کے آئینے میں پنہاں صیقل
سروِ بیدل سے عیاں عکسِ خیالِ قدِ یار

عکسِ موجِ گل و سرشاریِ اندازِ حباب
نگہ آئینۂ کیفیتِ دل سے ہے دوچار

کس قدر سازِ دو عالم کو ملی جرأتِ ناز
کہ ہوا ساغرِ بے حوصلۂ دل سرشار

ورنہ وہ ناز ہے جس گلشنِ بیداد سے تھا
طور مشعل بہ کف از جلوۂ تنزیہِ بہار

سایۂ تیغ کو دیکھ اُس کے بذوقِ یک زخم
سینۂ سنگ پہ کھینچے ہے الف بالِ شرار

بت کدہ بہرِ پرستش گریِ قبلۂ ناز
باندھے زنارِ رگِ سنگ میانِ کُہسار
سبحہ گرداں ہے اُسی کے کفِ امید کا ابر
بیم سے جس کے صبا توڑے ہے صد جا زنار
رنگریزِ گل و جامِ دو جہاں ناز و نیاز
اولیں دورِ امامت طرب ایجادِ بہار
جوشِ طوفانِ کرم ساقیِ کوثر ساغر
نُہ فلک آئنہ ایجادِ کفِ گوہر بار
پہنے ہے پیرہنِ کاغذِ ابری نیساں
یہ تُنک مایہ ہے فریادیِ جوشِ ایثار
وہ شہنشاہ کہ جس کے پۓ تعمیرِ سرا
چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار
فلک العرش ہجومِ خمِ دوشِ مزدور
رشتۂ فیضِ ازل سازِ طنابِ معمار
سبزۂ نُہ چمن و یک خطِ پشتِ لبِ بام
رفعتِ ہمتِ صد عارف و یک اوجِ حصار
واں کی خاشاک سےحاصل ہو جسے یک پرِ کاہ
وہ رہے مِروحۂ بالِ پری سے بیزار
پر یہ دولت تھی نصیبِ نگہِ معنیِ ناز
کہ ہوا صورتِ آئینہ میں جوہر بیدار
ذرّہ اُس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز
گرد اُس دشت کی امید کو احرامِ بہار

خاکِ صحرائے نجف جوہرِ سیرِ عُرفا
چشمِ نقشِ قدم آئینۂ بختِ بیدار

اے خوشا مکتبِ شوق و بلدستانِ مراد!
سبقِ نازکی ہے عجز کو صد جا تکرار

مشقِ نقشِ قدم نسخۂ آبِ حیواں
جادۂ دشتِ نجف عمرِ خضر کا طومار

جلوہ تمثال ہے ہر ذرۂ نیرنگ سواد
بزمِ آئینۂ تصویر نما مشتِ غبار

دو جہاں طالبِ دیدار تھا یا رب کہ ہنوز
چشمکِ ذرہ سے ہے گرم نگہ کا بازار

ہے نفس مایۂ شوقِ دو جہاں ریگِ رواں
پائے رفتار کم و حسرتِ جولاں بسیار

آفرینش کو ہے واں سے طلبِ مستیِ ناز
عرضِ خمیازۂ ایجاد ہے ہر موجِ غبار

دشتِ الفت چمن و آبلہ مہماں پرور
دلِ جبریل کفِ پا پہ ملے ہے رخسار

یاں تک انصاف نوازی کہ اگر ریزۂ سنگ
بےخبر دے بہ کفِ پائے مسافر آزار

یک بیاباں تپشِ بالِ شرر سے صحرا
مغزِ کُہسار میں کرتا ہے فرو نشترِ خار

فرش اِس دشتِ تمنا میں نہ ہوتا گر عدل
گرمیِ شعلۂ رفتار سے جلتے خس و خار

ابرِ نیساں سے ملے موجِ گُہر کا تاواں
خلوتِ آبلہ میں گم کرے گر تو رفتار

یک جہاں بسملِ اندازِ پرافشانی ہے
دام سے اُس کے قضا کو ہے رہائی دشوار

موجِ طوفانِ غضب چشمۂ نہ چرخِ حباب
ذوالفقارِ شہِ مرداں خطِ قدرت آثار

موجِ ابروئے قضا جس کے تصور سے دونیم
بیم سے جس کے دلِ شحنۂ تقدیر فکار

شعلہ تحریر ہے اُس برق کی ہے کلکِ قضا
بالِ جبریل سے مسطر کشِ سطرِ زنہار

موجِ طوفاں ہو اگر خونِ دو عالم ہستی
ہے حنا کو سرِ ناخن سے گزرنا دشوار

دشتِ تسخیر ہو گر گردِ خرامِ دُلدل
لعل در آتشِ ہر ذرہ ہے تیغِ کہسار

بالِ رعنائیِ دم موجۂ گل بندِ قبا
گردشِ کاسۂ سم چشمِ پری آئنہ دار

گردِ راہ اُس کی بھریں شیشۂ ساعت میں اگر
ہر نفس راہ میں ٹوٹے نفسِ لیل و نہار

نرم رفتار ہو جس کوہ پہ وہ برق گداز
رفتنِ رنگِ حنا ہے تپشِ بالِ شرار

ہے سراسر رویِ عالمِ ایجاد اُسے
جیبِ خلوتکدۂ غنچہ میں جولانِ بہار

جس کے حیرت کدۂ نقشِ قدم میں مانی
خونِ صد برق سے باندھے بکفِ دست نگار
ذوقِ تسلیمِ تمنا سے بہ گلزارِ حضور
عرضِ تسخیرِ تماشا سے بہ دامِ اظہار
مطلعِ تازہ ہوا موجۂ کیفیتِ دل
جامِ سرشارِ مے و غنچۂ لبریزِ بہار

مطلعِ ثالث فی المدح الحاضر

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبستانِ بہار
دلِ پروانہ چراغاں پرِ بلبل گُلزار
شکلِ طاؤس کرے آئنہ خانہ پرواز
جلوے میں تیرے ہے تسخیرِ ہوائے دیدار
گردِ جولاں سے ہے تیری بگریبانِ خرام
جلوۂ طور نمک سودۂ زخمِ تکرار
جس چمن میں ہو ترا جلوۂ محروم نواز
پرِ طاؤس کرے گرم نگہ کا بازار
جس ادب گاہ میں تو آئنۂ شوخی ہو
جلوہ ہے ساقیِ مخموریِ تابِ دیوار
تو وہ ساقی ہے کہ ہر موجِ محیطِ تنزیہہ
کھینچے خمیازہ میں تیرے لبِ ساغر کا خمار

گرد باد آئنہ فتراکِ دماغِ دلہا
تیرا صحرائے طلب محفلِ پیمانہ شکار

ذوقِ بیتابیِ دیدار سے تیرے ہے ہنوز
جوشِ جوہر سے دلِ آئنہ گلدستۂ خار

تیری اولاد کے غم میں ہے بروئے گردوں
سلکِ اختر میں مہِ نو مژۂ گوہر بار

مدح میں تیری نہاں زمزمۂ نعت نبیؐ
جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار

ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم مُہرِ نماز
ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استظہار

تیرا پیمانۂ مے نسخۂ ادوارِ ظہور
تیرا نقشِ قدم آئینۂ شانِ اظہار

آیتِ رحمتِ حق بسملۂ مصحفِ ناز
مسطرِ موجۂ دیباچۂ درسِ اسرار

قبلۂ نورِ نظر ، کعبۂ ایجادِ مسیح
مژۂ دیدۂ نخچیر سے نبضِ بیمار

تہمتِ بے خودیِ کفر نہ کھینچے یارب !
کمیِ ربطِ نیاز و حظِ نازِ بسیار

ناز پروردۂ صد رنگِ تمنا ہوں ، ولے
پرورش پائی ہے جوں غنچہ بہ خونِ اظہار

تنگیِ حوصلہ گردابِ دو عالم آداب
دیدِ یک غنچہ سے ہوں بسملِ نقصانِ بہار

رشکِ نظارہ تھی یک برقِ تجلی کہ ہنوز
تشنۂ خونِ دو عالم ہوں بہ عرضِ تکرار
وحشتِ فرصتِ یک جیبِ کشش نے کھویا
صورتِ رنگِ حنا ہاتھ سے دامانِ بہار
شعلہ آغاز ولے حیرتِ داغِ انجام
موج مے لیک ز سر تا قدم آغوشِ خمار
ہے اسیرِ ستمِ کشمکشِ دامِ وفا
دلِ وارستۂ ہفتاد و دو ملت بیزار
مژۂ خواب سے کرتا ہوں بہ آسائشِ درد
بخیۂ زخمِ دلِ چاک بہ یک دستہ شرار
محرمِ دردِ گرفتاریِ مستی معلوم
ہوں نفس سے صفتِ نغمہ بہ بندِ رگِ تار
تھا سرِ سلسلہ جنبانیِ صد عمرِ ابد
ساز ہا مفت بریشم کدۂ نالۂ زار
لیکن اس رشتۂ تحریر میں سرتا سرِ فکر
ہوں بقدرِ عددِ حرفِ علیؓ سبحہ شمار
جوہرِ دستِ دعا آئنہ، یعنی تاثیر
یک طرف نازشِ مژگاں بہ دگر سو غمِ خار
مردمک سے ہو عزاخانۂ یک شہرِ نگاہ
خاکِ در کی تری جو چشم نہ ہو آئنہ دار
دشمنِ آلِ نبی کو بہ طرب خانۂ دہر
عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو، طاقِ دیوار

دوست اس سلسلۂ ناز کے جوں سنبل و گل
ابرِ میخانہ کریں ساغرِ خورشید شکار
لنگرِ عیش بہ سرشارِ تماشائے دوام
کہ رہے خونِ خزاں سے بہ حنا پائے بہار
زلفِ معشوق کشش سلسلۂ وحشتِ ناز
دلِ عاشق شکن آموزِ خمِ طرۂ یار
مئے تمثالِ پری نشۂ مینا آزاد
دلِ آئینہ طرب ساغرِ بختِ بیدار
دیدہ تا دل اسد آئینۂ یک سجدۂ شوق
فیضِ اُلفت سے رقم تا دلِ معنی سر شار

ایضاً فی المنقبت

توڑے ہے عجزِ تنک حوصلہ بر روئے زمیں
سجدہ تمثال وہ آئینہ، کہیں جس کو جبیں
توڑے ہے نالہ سرِ رشتۂ پاسِ انفاس
سر کرے ہے دلِ حیرت زدہ شغلِ تسکیں
بیدلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بیکسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں
ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم
لغو ہے آئنۂ فرقِ جنون و تمکیں

یاس ، تمثالِ بہار آئنۂ استغنا
وہم ، آئینۂ پیدائیِ تمثالِ یقیں

خوں ہوا دردِ دو عالم سے تمنا کا دماغ
بزمِ یاس آں سوئے پیدائیِ و اخفا رنگیں

مثلِ مضمونِ وفا باد بہ دستِ تسلیم
صورتِ نقشِ قدم خاک بفرقِ تمکیں

خانہ ویرانیِ امید و پریشانیِ بیم
جوشِ دوزخ ہے خزانِ چمنِ خلدِ بریں

لافِ دانش غلط و نفعِ عبادت معلوم
دُردِ یک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں

بادِ افسانۂ بیمار ہے عیسیٰ کا نفس
استخواں ریزۂ موراں ہے سلیماں کا نگیں

نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت
سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسیں

عشق بے ربطیِ شیرازۂ اجزائے حواس
وصل افسانۂ اطفالِ پریشاں بالیں

کوہ کن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب
بیستوں سازِ گراں باریِ خوابِ شیریں

موجِ خمیازۂ یک نشہ چہ اسلام و چہ کفر
کجیِ یک خطِ مسطر چہ توہّم چہ یقیں

قبلہ و ابروے بت ، یک رہِ خوابیدۂ شوق
کعبہ و بتکدہ ، یک محملِ خوابِ سنگیں

کس نے دیکھا جگرِ اہلِ جنوں نالہ فروش
کس نے پایا اثرِ نالۂ دلہاے حزیں

عیشِ بسمل کدۂ عیدِ حریفاں معلوم
خوں ہو آئینہ کہ ہو جامۂ طفلاں رنگیں

سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں ، لیکن
نہ سر و برگِ ستائش ، نہ دماغِ نفریں

نزعِ مخمور ہوں اُس دید کی دھن میں کہ مجھے
رشتۂ سازِ ازل ہے نگہِ بازپسیں

حیرت آفت زدۂ عرضِ دو عالم نیرنگ
مومِ آئینۂ ایجاد ہے مغزِ تمکیں

وحشتِ دل سے پریشاں ہیں چراغانِ خیال
باندھوں ہوں آئنے پر چشمِ پری سے آئیں

کوچہ دیتا ہے پریشاں نظری پر صحرا
رمِ آہو کو ہے ہر ذرّے کی چشمک میں کمیں

چشمِ امید سے گرتے ہیں دو عالم جوں اشک
پاس[1] پیمانہ کشِ گریۂ مستانہ نہیں

کس قدر فکر کو ہے نالِ قلم موئے دماغ
کہ ہوا خونِ نگہ شوق میں نقشِ تمکیں

عذرِ لنگ آفتِ جولانِ ہوس ہے یارب
جل اٹھے گرمیِ رفتار سے پائے چوبیں

۱- یہ لفظ شاید ''یاس'' ہے جو سہوِ کاتب سے ''پاس'' ہوگیا ہے -

نہ تمنا ، نہ تماشا ، نہ تحیّر ، نہ نگاہ
گردِ جوہر میں ہے آئینۂ دل پردہ نشیں

کھینچوں ہوں آئنے پر خندۂ گل سے مسطر
نامہ عنوانِ بیانِ دلِ آزردہ نہیں

رنج ِ تعظیمِ مسیحا نہیں اٹھتا مجھ سے
درد ہوتا ہے مرے دل میں جو توڑوں بالیں

بسکہ گستاخیِ اربابِ جہاں سے ہوں ملول
پرِ پرواز مری بزم میں ہے خنجرِ کیں

اے عبارت تجھے کس خط سے ہے درسِ نیرنگ
اے نگہ تجھ کو ہے کس نقطے میں مشقِ تسکیں

کس قدر نالہ پریشاں ہے عیاذاً باللہ
یک قلم خارجِ آدابِ جنون و تمکیں

جلوۂ ریگِ رواں دیکھ کہ گردوں ہر صبح
خاک پر توڑے ہے آئینۂ نازِ پرویں

شورِ اوہام سے مت ہو شبِ خونِ انصاف
گفتگو بے مزہ و زخمِ تمنا نمکیں

ختم کر ایک اشارت میں عباراتِ لیاز
جوں مہِ نو ہے نہاں گوشۂ ابرو میں جبیں

نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
''یا علی'' عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں

معنیِ لفظِ کرم بسملۂ نسخۂ حسن
قبلۂ اہلِ نظر کعبۂ اربابِ یقیں
جلوہ رفتارِ سرِ جادۂ شرعِ تسلیم
نقشِ پا جس کا ہے توحید کو معراجِ جبیں
کس سے ہوسکتی ہے مدح اُس کی بغیر از ہمہ او
شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں
ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہاں نازخرام
ہر کفِ خاک ہے واں گردۂ تصویرِ زمیں
مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل
قبلۂ آلِ نبی ، کعبۂ ایجادِ یقیں
نسبتِ نام سے اس کی ہے یہ رتبہ کہ رہے
ابدآ پشتِ فلک خم شدۂ نازِ زمیں
جلوہ تحریر ہو نقشِ قدم اُس کا جس جا
وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں
فیضِ خلق اُس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا
بوے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگیں
بُرّشِ تیغ کا اُس کی ہے جہاں میں چرچا
قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں
کوہ کو بیم سے اُس کے ہے جگر باختگی
نہ کرے نذرِ صدا ورنہ متاعِ تمکیں
کفر سوز اُس کا یہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے
رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بت خانۂ چیں

وصفِ دُلدُل ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار
جنتِ نقشِ قدم سے ہوں میں اس کے گلچیں

مطلع ثانی

گردِ رہ سرمہ کشِ دیدۂ اربابِ یقیں
نقشِ ہر گام دو عالم صفہاں زیرِ نگیں
برگِ گل کا ہو جو طوفانِ ہوا میں عالم
اس کے جولاں میں نظر آئے ہے یوں دامنِ زیں
اس کی شوخی سے بہ حسرت کدۂ نقشِ خیال
فکر کو حوصلۂ فرصتِ ادراک نہیں
جلوۂ برق سے ہو جائے نگہ عکس پذیر
اگر آئینہ بنے حیرتِ صورت گرِ چیں
جاں پناہا! دل و جاں فیض رساں بادشہا!
اے کہ تجھ سے ہے بہارِ چمنستانِ یقیں
ذوقِ گل چینیِ نقشِ کفِ پا سے تیرے
عرش چاہے ہے کہ ہو در پہ ترے خاک نشیں
تجھ میں اور غیر میں نسبت ہے ولیکن بہ تضاد
وصیِ ختمِ رسل تو ہے بہ اثباتِ یقیں
جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر
نامِ نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں
تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جاں کام و زباں
تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبیں

آستاں پر ترے ہے[1] جوہرِ آئینۂ سنگ
رقمِ بندگیِ حضرتِ جبریلِ امیں

تیرے در کے لیے اسبابِ نثار آمادہ
خاکیوں کو جو خدا نے دیے جان و دل و دیں

دیوانگیِ دل کہ ترا مدحت گر
درّے سے باندھے ہے خورشیدِ فلک پر آئیں

کس سے ہو سکتی ہے مدّاحیِ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ

یا علی! جنسِ معاصی اسد اللہ اسد
کہ سوا تیرے کوئی اُس کا خریدار نہیں

شوخیِ عرضِ مطالب میں ہے گستاخ طلب
ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بسکہ یقیں

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حُسنِ قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمیں

غمِ شبیرؓ سے ہو سینہ یہاں تک لبریز
کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں

طبع کو الفتِ دُلدل میں یہ سرگرمیِ شوق
کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبیں

دلِ اُلفت نسب و سینۂ توحید فضا
نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزیں

۱- ''ترے'' اور ''ہے'' میں غالباً سہوِ کاتب سے تقدّم و تاخّر ہوا ہے -

صرفِ اعدا اثرِ شعلۂ دودِ دوزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ بریں

ایضاً فی المنقبت

جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بہ کمینِ بے زبانی

بہ گمانِ قطعِ زحمت نہ دوچارِ خامشی ہو
کہ زبانِ سرمہ آلود نہیں تیغِ اصفہانی

بہ فریبِ آشنائی بہ خیالِ بے وفائی
نہ رکھ آپ سے تعلق مگر ایک بدگمانی

نظرے سوے کہستاں نہیں غیرِ شیشہ ساماں
جو گدازِ دل ہو مطلب تو چمن ہے سنگجانی

بہ فراز گاہِ عبرت چہ بہار و کُو تماشا
کہ نگاہ ہے سیہ پوش بہ عزاے زندگانی

بہ فراقِ رفتہ یاراں خط و حرف مو پریشاں
دلِ غافل از حقیقت ہمہ ذوقِ قصہ خوانی

پشِ دلِ شکستہ بے عبرت آگہی ہے
کہ نہ دے عنانِ فرصت بہ کشاکشِ زبانی

نہ وفا کو آبرو ہے، نہ جفا تمیز جو ہے
چہ حسابِ جانفشانی، چہ غرورِ دلستانی

بہ شکنجِ جستجوہا، بہ سرابِ گفتگوہا
تگ و تازِ آرزوہا بہ فریبِ شادمانی

نہیں شاہراہِ اوہام ، بجز آں سوئے رسیدن
تری سادگی ہے غافل درِ دل پہ پاسبانی

چہ امید و نا امیدی ، چہ نگاہ و بے نگاہی
ہمہ عرضِ ناشکیبی ، ہمہ سازِ جانستانی

اگر آرزو ہے راحت تو عبث بخوں طپیدن
کہ خیال ہو تعب کش بہ ہوائے کامرانی

شر و شورِ آرزو سے ، تب و تابِ عجز بہتر
نہ کرے اگر ہوس پر غمِ بے دلی گرانی

ہوسِ فروختن ہا ، تب و تابِ سوختن ہا
سرِ شمع نقشِ پا ہے ، بہ سپاسِ ناتوانی

شررِ اسیرِ دل کو ملے اوجِ عرضِ اظہار
جو بہ صورتِ چراغاں کرے شعلہ نردبانی

ہوئی مشقِ جرأت ناز رہ و رسمِ طرحِ آداب
خمِ پشت خوش نما تھا بہ گذارشِ جوانی

اگر آرزو رسا ہو ، پئے دردِ دل دوا ہو
وہ اجل کہ خوں بہا ہو بہ شہیدِ ناتوانی

غمِ عجز کا سفینہ بہ کنارِ بیدلی ہے
مگر ایک شہپرِ مور کرے سازِ باد بانی

مجھے انتعاشِ غم نے پئے عرضِ حال بخشی
ہوسِ غزل سرائی ، تپشِ فسانہ خوانی

مطلعِ ثانی

مجھے اُس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی
کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی

دلِ نا اُمید کیونکر، بہ تسلی آشنا ہو
جو امیدوار رہیے نہ بہ مرگِ ناگہانی

مجھے بادۂ طرب سے بہ خمار گاہِ قسمت
جو ملی تو تلخ کامی، جو ہوئی تو سر گرانی

نہ ستم کراب تو مجھ پر کہ وہ دن گئے کہاں تھی
مجھے طاقت آزمانی، تجھے اُلفت آزمانی

یونہیں دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا
کہ مرے عدو کو یارب! ملے میری زندگانی

بہ ہزار اُمید واری رہی ایک اشک باری
نہ ہوُا حصولِ زاری بجز آستیں فشانی

کروں عذرِ ترکِ صحبت سو کہاں وہ بے دماغی
نہ غرورِ میرزائی، نہ فریبِ ناتوانی

ہمہ یک نفس تپش سے تب و تابِ ہجر مت پوچھ
کہ ستم کشِ جنوں ہوں، نہ بقدرِ زندگانی

کفِ موجۂ حیا ہوں بہ گذارِ عرضِ مطلب
کہ سرشک قطرہ زن ہے بہ پیامِ دل رسانی

یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ **غالب**
کروں خوانِ گفتگو پر دل و جاں کی میہمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

[1] نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصریر کا

[2] آتشیں پا ہوں، گدازِ وحشتِ زنداں نہ پوچھ
موے آتش دیدہ ہے ہر حلقہ یاں زنجیر کا

شوخیِ نیرنگ صیدِ وحشتِ طاؤس ہے
دام سبزے میں ہے پروازِ چمن تسخیر کا

لذتِ ایجادِ نازِ افسونِ عرضِ ذوقِ قتل
نعل آتش میں ہے، تیغِ یار سے نخچیر کا

کاوکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوے شیر کا

۱- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل دو شعر باریک قلم سے خوش خط لکھے ہیں:

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

۲- اس شعر کے مصرع اول کے حاشیے پر یہ تحریر ہے:
"م عبدالعلے"

خشت پشتِ دستِ عجز و قالب آغوشِ وداع
پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسد
جو مزہ[1] جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

●

جنوں گرم انتظار و نالہ بیتابی کمند آیا
سویدا تا بلب زنجیر سے[2] دودِ سپند آیا

[3]بہ استقبالِ تمثالِ ز ماہ اختر فشاں شوخی
تماشا کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا

تغافل ، بدگمانی ، بلکہ میری سخت جانی سے
نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا
فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل ، پسند آیا

عدم ہے خیر خواہِ جلوہ کو زندانِ بیتابی
خرامِ ناز برقِ خرمنِ سعیِ پسند آیا

جراحت تحفہ ، الماس ارمغاں ، نادیدنی دعوت
مبارک باد اسد غمخوارِ جانِ درد مند آیا

۱- عرشی : مژہ -
۲- عرشی : زنجیری ، عرشی صاحب نے زنجیر سے ، کو سہوِ مرتب لکھا ہے -
۳- مصرع اول کو حاشیے پر یوں بدل کر لکھا ہے (باریک قلم ، خوش خط) :
سرِ اختر فشاں کی بہر استقبال آنکھوں سے

●

عالم جہاں بہ‌عرضِ بساطِ وجود تھا
جوں صبح چاکِ جیب مجھے تار و پود تھا

جز قیس اور کو نہ ملا عرصۂ طپش
صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا

آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا ہے عرض
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ
مژگاں جو وا ہوئی ، نہ زیاں تھا ، نہ سود تھا

بازیِ خورِ فریب ہے اہلِ نظر کا ذوق
ہنگامہ گرمِ حیرتِ بود و نبود تھا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
سر گشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

●

شمارِ سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا

بہ فیضِ بیدلی نومیدیِ جاوید آساں ہے
کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

حجابِ سیرِ گل آئینۂ بے مہریِ قاتل
کہ اندازِ بہ‌خوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی
بہ‌رنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

۱ سوادِ چشمِ بسمل انتخابِ نقطہ آرائی
خرامِ نازِ بے پروائیِ قاتل پسند آیا

اسد ہر جا سخن نے طرحِ باغِ تازہ ڈالی ہے
مجھے رنگِ بہارِ ایجادیِ بیدل پسند آیا

●

تنگی رفیقِ رہ تھی، عدم یا وجود تھا
میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

تو یک جہاں قماشِ ہوس جمع کر کہ میں
حیرت متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا

گردش محیطِ ظلم رہا جس قدر فلک
میں پائمالِ غمزۂ چشمِ کبود تھا

۱۔ مفتی انوارالحق صحیح فرماتے ہیں کہ متن میں اس شعر پر ''لا لا'' لکھا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر بڑھایا گیا ہے:

روانی ہائے موجِ خونِ بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا

اس سلسلے میں صرف اتنا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حاشیے پر یہ اندراج اس غزل کے دوسرے اور تیسرے شعر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ (پانچویں شعر کے ساتھ نہیں)۔ نیز حاشیے پر یہ اندراج باریک قلم میں خوش خط نہیں ہے بلکہ موٹے قلم کے شکستہ خط میں ہے۔ تاہم اس خاص اضافے کو دیکھ کر یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ یہ اندراج غالب کی تحریر سے بہت مشابہ ہے۔

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوالِ دل ، مگر
کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز
لیکن یہی کہ 'رفت' گیا اور 'بود' تھا

خور شبنم آشنا نہ ہوا ، ورنہ میں اسد
سر تا قدم گزارشِ ذوقِ سجود تھا

خود آرا وحشتِ چشمِ پری سےشب وہ بدخو تھا
کہ موم آئینہٗ تمثال کو تعویذِ بازو تھا

بہ شیرینیِ خواب آلودہ مژگاں نشترِ زنبور
خود آرائی سے آئینہ طلسمِ مومِ جادو تھا

نہیں ہے باز گشتِ سیل غیر از جانبِ دریا
ہمیشہ دیدۂ گریاں کو آبِ رفتہ در جو تھا

رہا نظارہ وقتِ بے نقابی ہا بخود لرزاں
سرشک آگیں مژہ سے دست از جاں شیشہ ابرو تھا

غمِ مجنوں عزادارانِ لیلٰی کا پرستش گر
[1] خمِ رنگِ سیہ از حلقہ ہائے چشمِ آہو تھا

۱- اس مصرع میں ''از حلقہ ہا'' تینوں لفظوں کے اوپر ''لا'' لکھا ہے -
یوں : لا لا لا - پھر ''از حلقہ'' کے نیچے ''پیمانہ'' تحریر کیا ہے اور
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوقِ فنا ورنہ
اشارت فہم کو ہر ناخنِ بُریدہ ابرو تھا
[1]اسد خاکِ درِ میخانہ ہا بر فرق پاشیدن
خوشا روزیکہ آب از ساغرِ مے تا بہ زانو تھا

●

[2]کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجے ، ہم نے مدعا پایا
شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک باندھا
آپ سے کوئی پوچھے ، تم نے کیا مزا پایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
''ہا'' کے نیچے ''ہر'' ۔ اس مصرع کو غالباً یوں بدلنا مقصود تھا :
خمِ رنگِ سیہ پیمانۂ ہر چشمِ آہو تھا
۱۔ اس مقطع کے بجائے حاشیے پر یہ شعر تحریر کیا ہے :
اسد خاکِ درِ میخانہ اب سر پر اُڑاتا ہوں
گئے وہ دن کہ پانی جامِ مے کا تا بہ زانو تھا
۲۔ اس غزل اور اس سے اگلی غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر تحریر کیے ہیں :
دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا
بے نیازی حد سے گزری ، بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا
حضرت ناصح گر آئیں ، دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پا پایا

بے دماغِ خجلت ہوں، رشکِ امتحاں تا کے
ایک بیکسی تجھ کو عالم آشنا پایا

سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری
حُسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

خاکبازیِ امید، کارخانۂ طفلی
یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

کیوں نہ وحشتِ غالب باج خواہِ تسکیں ہو
کشتۂ تغافل کو خصمِ خوں بہا پایا

●

کارخانے سے جنوں کے بھی میں عریاں نکلا
میری قسمت کا نہ ایک آدھ گریباں نکلا

ساغرِ جلوۂ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک
شوقِ دیدار بلا آئنہ ساماں نکلا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا
گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا
خانہ زادِ زلف ہیں، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتارِ بلا زنداں سے گھبرائیں گے کیا
ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسد
ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں، کھائیں گے کیا ؟

[1]عشرت ایجاد چہ بوئے گل و کُو دودِ چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یا رب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشاں نکلا

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینے میں ، لیکن آخر
جس کو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکاں نکلا

کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں یارب
نقشِ ہر ذرہ سویدائے بیاباں نکلا

دل میں پھر گریے نے اک شور اُٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا ، سو طوفاں نکلا

●

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا
درد کی دوا پائی ، دردِ بے دوا پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے ، آج ہم نے اپنا دل
خوں کیا ہوا دیکھا ، گُم کیا ہوا پایا

فکرِ نالہ میں گویا ، حلقہ ہوں ز سر تا پا
عضو عضو جوں زنجیر ، یک‌دلِ صدا‌پایا

۱- اس مصرع پر ''لا'' لکھ کر اِسے (باریک قلم ، خوش خط) یوں بدلا ہے :
بوئے گل ، نالۂ دل ، دودِ چراغِ محفل

حالِ دل نہیں معلوم ، لیکن اس قدر یعنی
ہم نے بارہا ڈھونڈا ، تم نے بارہا پایا

شب نظارہ پرور تھا ، خواب میں خیال اُس کا
صبح موجۂ گُل کو وقفِ[1] بوریا پایا

جس قدر جگر خوں ہو ، کوچہ دادنِ دل ہے
زخمِ تیغِ قاتل کو طرفہ دلکشا پایا

ہے[2] نگیں کی پاداری ، نامِ صاحبِ خانہ
ہم سے تیرے کوچے نے نقشِ مدّعا پایا

دوست دارِ دشمن ہے ، اعتمادِ دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی ، نالہ نارسا پایا

نے اسد جفا سائل ، نے سمِ جنوں مائل[3]
تجھ کو جس قدر ڈھونڈا اُلفت آزما پایا

۱- حاشیے پر ''نقش'' (برائے ''وقف'') ہے - (اس کی تصریح قاضی انوارالحق نے بھی کی ہے) -

۲- مفتی انوارالحق کے نسخے میں یہ شعر اس طرح چھپا ہے :

ہے مکیں کی پا داری نام صاحبِ خانہ
ہم نے تیرے کوچے نے نقش مدعا پایا

بھوپال کے مخطوطے میں ''مکیں'' کے بجائے ''نگیں'' ہے اور دوسرا مصرع : ''ہم سے تیرے کوچے نے . . .'' (بصورتِ بالا) لکھا ہے - مخطوطے کے کاتب نے شاید ''سے'' اور ''نے'' کو سہواً بدل دیا ہے - تاہم نسخۂ شیرانی میں یہ مصرع بجنسہ بصورت بالا دیا ہے -

۳- عرشی : ''نے ستم جنوں مائل''۔

●

[1]شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بہ‌قدرِ لب و دنداں نکلا

شورِ رسوائیِ دل دیکھ کہ یک نالۂ شوق
لاکھ پردے میں چھپا، پھر وہی عریاں نکلا

شوخیِ رنگِ حنا خونِ وفا سے کب تک
آخر اے عہد شکن، تو بھی پشیماں نکلا

۱- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر تحریر کیے ہیں:

دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلب گارِ مرد تھا

تھا زندگی میں موت کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خوں ہے اب
اس رہگذر میں جلوۂ گل، آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے
زنداں میں بھی خیال، بیاباں نورد تھا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

جوہر ایجادِ خطِ سبز ہے خود بینیِ حسن
جو نہ دیکھا تھا ، سو آئینے میں پنہاں نکلا

تھی نو آموزِ فنا ہمّتِ دشواریِ شوق
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

میں بھی معذورِ جنوں ہوں اسد اے خانہ خراب.
پیشوا لینے مجھے گھر سے بیاباں نکلا

●

دمیدن[1] کے کمیں جوں ریشۂ زیرِ زمیں پایا
بہ کردِ سرمہ اندازِ نگاہِ شرمگیں پایا

[2]آگے اک پنبۂ روزن سے بھی چشمِ سفید آخر
حیا کو انتظارِ جلوہ ریزی کے کمیں پایا

بہ حسرت گاہِ نازِ کشتۂ جاں بخشیِ خوباں
خضر کو چشمۂ آبِ بقا سے تر جبیں پایا

پریشانی سے مغزِ سر ہؤا ہے پنبۂ بالش
خیالِ شوخیِ خوباں کو راحت آفریں پایا

نفس حیرت پرستِ طرز نا گیرائیِ مژگاں
مگر یک دست دامانِ نگاہِ واپسیں پایا

اسد کو پیچتابِ طبعِ برق آہنگ مسکن سے
حصارِ شعلۂ جوالہ میں عزلت گزیں پایا

۱- عرشی : دویدن -
۲- عرشی : 'اگی' -

●

نزاکت سے[1] فسونِ دعوئ طاقت شکستن ہا
شرارِ سنگ اندازِ چراغ از جسمِ خستن ہا

سیہ مستیِ چشمِ شوخ سے ہیں جوہرِ مژگاں
شرار آسا ز سنگِ سرمہ یکسر مار[2] جستن ہا

ہوا نے ابر سے کی موسمِ گل میں نمد بافی
کہ تھا آئینۂ خور بے نقابِ رنگ بستن ہا

دلِ از اضطراب آسودہ طاعت گاہِ داغ آیا
برنگِ شعلہ ہے مہرِ نماز از پا نشستن ہا

تکلف عافیت میں ہے دلا بندِ قبا وا کر
نفس ہا بعدِ وصلِ دوست تاوانِ گسستن ہا

اسد ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افزودن
بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب امید رستن ہا

●

بسانِ جوہرِ آئینہ از ویرانئِ دل ہا
غبارِ کوچہ ہائے موج ہے خاشاکِ ساحل ہا

نگہ کی ہم نے پیدا رشتۂ ربطِ علائق سے
ہوئے ہیں پردہ ہائے چشمِ عبرت جلوہ حائل ہا

۱- عرشی : 'ہے' -
۲- عرشی : 'بار' -

نہیں ہے باوجودِ ضعف سیرِ بے خودی آساں
رہِ خوابیدہ میں افگندنی ہے طرحِ منزل‌ہا

غریبی بہرِ تسکینِ ہوس درکار ہے ورنہ
بہ وہمِ زر گرہ میں باندھتے ہیں برقِ حاصل‌ہا

تماشا کردنی ہے انتظار آبادِ حیرانی!
نہیں غیر از نگہ جوں نرگسستاں فرشِ محفل‌ہا

اسد تارِ نفس ہے ناگزیرِ عقدہ پیرائی
بہ‌نوکِ ناخنِ شمشیر کیجے حلِ مشکل‌ہا

●

بہ شغلِ انتظارِ مہ وشاں در خلوتِ شب ہا
سرِ تارِ نظر ہے رشتۂ تسبیحِ کوکب ہا

کرے گر فکرِ تعمیرِ خرابی ہائے دل گردوں
نہ نکلے خشت مثلِ استخواں بیرونِ قالب ہا

عیادت ہائے طعن آلودِ یاراں زہرِ قاتل ہے
رفوئے زخم کرتی ہے بہ‌نوکِ نیشِ عقرب ہا

کرے ہے حسنِ خوباں پردے میں مشاطگی اپنی
کہ ہے تہ بندیِ خط سبزۂ خط در تہِ لب‌ہا

فنا کو عشق ہے بے مقصداں حیرت پرستاراں
نہیں رفتارِ عمرِ تیز رو پابندِ مطلب ہا

اسد کو بت پرستی سے غرض دردِ آشنائی ہے
نہاں ہیں نالۂ ناقوس میں در پردہ ''یا رب'' ہا

●

[1] دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا
یہ زمرّد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا

میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

نہ ہوئی ہم سے رقم حیرتِ خطِّ رخِ یار
صفحہ آئینہ ہوا ، آئنہ طوطی نہ ہوا

ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کہ کبھی
گوش منت کشِ گل بانگِ تسلی نہ ہوا

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے
ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں سو وہ بھی نہ ہوا

وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جاوے
مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا

مر گیا صدمۂ آوازِ سے 'قُم' کے **غالب**
ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسی نہ ہوا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر تحریر ہے (باریک قلم ، خوش خط) :

دل گزرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزلِ تقوی نہ ہوا

به رہنِ شرم ہے با وصفِ شہرت اہتمام اس کا
نگیں میں جوں شرارِ سنگ ناپیدا ہے نام اُس کا

سروکارِ تواضع تا خمِ گیسو رسانیدن
بسانِ شانہ زینت ریز ہے دستِ سلام اُس کا

مسی آلودہ ہے مہرِ نوازش نامہ ، پیدا ہے
کہ داغِ آرزوے بوسہ لایا ہے[1] پیام اُس کا

بہ امیدِ نگاہِ خاص ہوں محمل کشِ حسرت
مبادا ہو عناں گیرِ تغافل لطفِ عام اُس کا

لڑاوے گر وہ بزمِ میکشی میں قہر و شفقت کو
بھرے پیمانۂ صد زندگانی ایک جام اُس کا

اسد سوداے سرسبزی سے ہے تسلیم رنگیں تر
کہ کشتِ خشک اُس کا ابرِ بے پروا خرام اُس کا

شبِ اختر قدحِ عیش نے محمل باندھا
بارِ یک قافلۂ آبلہ منزل باندھا

سبحہ واماندگیِ شوق و تماشا منظور
جادے پر زیورِ صد آئنہ منزل باندھا

۱- حاشیے پر : ”دیوے کا“ ۔

ضبطِ گریہ گُہرِ آبلہ لایا آخر
پائے صد موج بہ طوفان کدۂ دل باندھا

[1]داغ اے حاجتِ بے درد کہ در عرضِ حیا
یک عرق آئنہ بر جبہۂ سائل باندھا

حسن آشفتگیِ جلوہ سے عرضِ اعجاز
دستِ موسیٰ بہ سرِ دعویٔ باطل باندھا

تپشِ آئینہ پروازِ تمنا لائی
نامۂ شوق بہ بالِ پرِ بسمل باندھا

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں کس نے
خلوتِ ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

نا امیدی نے بہ تقریبِ مضامینِ خمار
کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے **غالب**
ساز پر رشتہ پئے نغمۂ **بیدل** باندھا

●

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا
شوخیِ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا

گرمیِ برقِ تپش سے زہرۂ دل آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا

۱- یہ مصرع حاشیے پر یوں بدلا ہے (باریک قلم ، خوش خط)
حیف اے ننگِ تمنا کہ پئے عرضِ حیا

واں کرم کو عذرِ بارش تھا عناں گیرِ خرام
گریے سے یاں پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یاں ہجومِ اشک سے تارِ نظر نایاب تھا

لے زمیں سے آسماں تک فرش تھیں بے تابیاں
شوخیِ بارش سے مہ فوّارۂ سیلاب تھا

[1]جوشِ یادِ نغمۂ دمسازِ مطرب سے اسد
ناخنِ غم بر سرِ تارِ نفس مضراب تھا

جب بہ تقریبِ سفر یار نے محمل باندھا
تپشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا

ناتوانی ہے تماشائیِ عمرِ رفتہ
رنگ نے آئنہ آنکھوں کے مقابل باندھا

اہلِ بینش نے بہ حیرت کدۂ شوخیِ ناز
جوہرِ آئنہ کو طوطیِ بسمل باندھا

اصطلاحاتِ اسیرانِ تغافل مت پوچھ
جو گرہ آپ نہ کھولی، اسے مشکل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا
عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائل باندھا

۱- حاشیے پر یوں بدل کر لکھا ہے:
واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد
ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

یار نے تشنگیِ شوق کے مضموں چاہے
ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نوکِ ہر خار سے تھا بسکہ سرِ دزدیِ زخم
جوں نمد ہم نے کفِ پا پہ اسد دل باندھا

●

[1] نالۂ دل میں شب اندازِ اثر نایاب تھا
تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر گو بیتاب تھا

۱- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر (باریک قلم، شکستہ خط میں) تحریر کیے ہیں:

محرم نہیں ہے تو ہی نواہاے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتنِ گل ہاے ناز کا

تو اور سوے غیر نظر ہاے تیز تیز
میں اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

صرفہ ہے ضبط آہ میں میرا، وگرنہ میں
طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا

ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہِ نیم باز کا

تاراجِ کاوشِ غمِ ہجراں ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہاے راز کا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا
آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا
موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار
گریہ وحشت بے قرارِ جلوۂ مہتاب تھا
جوشِ تکلیفِ تماشا محشر آبادِ نگاہ
فتنۂ خوابیدہ کو آئینہ مشتِ آب تھا
بے خبر مت کہہ ہمیں بیدرد! خود بینی سے پوچھ
قلزمِ ذوقِ نظر میں آئنہ پایاب تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسی صفحے پر مذکورۂ بالا حاشیے کے بالمقابل حسب ذیل پانچ شعر حاشیے میں (باریک قلم، شکستہ خط) درج کیے گئے ہیں:

نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کیا کہوں
پہلوے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا

مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانۂ عاشق مگر سازِ صداے آب تھا

کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسا نے ورنہ یاں
ذرہ ذرہ روکشِ خورشیدِ عالم تاب تھا

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہرو وفا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا
انتظارِ صید میں اک دیدۂ بے خواب تھا

بیدلی ہائے اسد افسردگی آہنگ تر

یادِ ایامے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا[1]

۱- اس مقام پر وہ اشارات جو میں نے برسوں پہلے کتب خانۂ بھوپال میں قلمی نسخے کو دیکھ کر لکھے ، کسی قدر پریشان کن ثابت ہوئے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل سات اشعار میں سے پہلے چھ شعر اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے گئے ۔ اس کے بعد حاشیے پر دوسری جگہ یہی اشعار باریک قلم سے شکستہ خط میں نقل ہوئے ہیں اور ساتویں شعر کا (جو مقطع ہے) اضافہ کیا گیا ہے :

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبِ جو
یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

دیکھتے تھے ہم بہ چشمِ خود وہ طوفانِ بلا
آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار
گریہ وحشت بے قرارِ جلوۂ مہتاب تھا

یاں سرِ پُر شور بے خوابی سے تھا دیوار جو
واں وہ فرقِ نازِ محوِ بالشِ کمخواب تھا

یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بے خودی
جلوۂ گل واں بساطِ صحبتِ احباب تھا

فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موجِ رنگ کا
یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد
ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

●

^۱ نہ ہوگا یک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا
حبابِ موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

رہِ خوابیدہ تھی گردن کشِ یک درسِ آگاہی
زمیں کو سیلیِ استاد ہے نقشِ قدم میرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
اسی (مذکورۂ بالا) اندراج کے نیچے حاشیے ہی پر سات شعر کی یہ غزل باریک قلم سے خوش خط تحریر کی ہے - (مفتی انوارالحق نے اس غزل کو اپنے مطبوعہ نسخے کے متن میں جگہ دی ہے) :

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ز بس آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا
چراغِ گل سے ڈھونڈے ہے چمن میں شمع خار اپنا

اسیرِ بے زباں ہوں کاشکے صیادِ بے پروا
بہ دامِ جوہرِ آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مگر ہو مانعِ دامن کشی ذوقِ خود آرائی
ہوا ہے نقش بندِ آئنہ سنگِ مزار اپنا

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایاں نے
طلسمِ رنگ میں باندھا تھا عہدِ استوار اپنا

اگر آسودگی ہے مدعائے رنجِ بے تابی
نثارِ گردشِ پیمانۂ مے روزگار اپنا

اسد ہم وہ جنون جولاں گدائے بے سروپا ہیں
کہ ہے سر پنجۂ مژگانِ آہو پشت خار اپنا

۱- اس مصرع کے ساتھ حاشیے میں یہ تحریر ہے : "۱۹ عبدالعلے"

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بددماغی ہے
کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

سراغ آوارۂ عرضِ دو عالم شورِ محشر ہوں
پر افشاں ہے غبار آں سوئے صحرائے عدم میرا

نہ ہو وحشت کشِ درسِ سرابِ سطرِ آگاہی
میں گردِ راہِ ہوں[۱] بے مدعا ہے پیچ وخم میرا

ہوائے صبح یک عالم گریباں چاکیِ گل ہے
دہانِ زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

اسد وحشت پرستِ گوشۂ تنہائیِ دل ہے
برنگِ موجِ مے خمیازۂ ساغر ہے رم میرا

●

یادِ روزے کہ نفس در گرہِ یا رب تھا
نالۂ دل بہ کمر دامنِ قطعِ شب تھا

بہ تحیّر کدۂ فرصتِ آرائشِ وصل
دلِ شب آئنہ دارِ تپشِ کوکب تھا

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار
دیدہ گو خوں ہو ، تماشائے چمن مطلب، تھا

جوہرِ فکر پر افشانیِ نیرنگِ خیال
حسن آئینہ و آئینہ چمن مشرب تھا

۱۔ حاشیے پر اسے یوں بدلا ہے : ”غبار راہ ہوں“ (کاٹ کر)

پردۂ دردِ دل آئینۂ صد رنگِ نشاط
بخیۂ زخمِ جگر خندۂ زیرِ لب تھا

نالہ ہا حاصلِ اندیشہ کہ جوں کشتِ سپند
دلِ ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

بابِ ابرام نہ تھا دل ہی ہمارا غالب
ورنہ جو چاہیے اسبابِ تمنا سب تھا[1]

●

رات دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا
رنگِ روے شمع برقِ خرمنِ پروانہ تھا

شب کہ تھی کیفیتِ محفل بیادِ روے یار
ہر نظر داغِ مۓ خالِ لبِ پیمانہ تھا

شب کہ باندھا خواب میں آنیکا غافل نے جناح[2]
وہ فسونِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا

۱- اس سلسلے میں ملاحظہ ہو ''نسخۂ حمیدیہ'' مؤلفہ مفتی انوارالحق (حاشیہ صفحہ ۳۲)- یہ مقطع متن میں کاٹ کر اس کے بجائے حسب ذیل تین شعر (باریک قلم سے شکستہ خط میں) درج حاشیہ ہیں :

عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا
ورنہ جو چاہیے اسبابِ تمنا سب تھا

آخرِ کار گرفتارِ سرِ زلف ہوا
دلِ دیوانہ کہ وارستۂ ہر مذہب تھا

شوق سامانِ فضولی ہے ، وگرنہ غالب
ہم میں سرمایۂ ایجادِ تمنا کب تھا

۲- شیرانی : 'قاتل نے جناغ' -

دود کو آج اُس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی
وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمعِ ماتم خانہ تھا

ساتھ جنبش کے بہ یک برخاستن طے ہو گیا
گوئیا[1] صحرا غبارِ دامنِ دیوانہ تھا

دیکھ اُس کے ساعدِ سیمین و دستِ پر نگار
شاخِ گل جلتی تھی مثلِ شمع گل پروانہ تھا

اے اسد رویا جو دشتِ غم میں میں حیرت‌زدہ
آئنہ خانہ ہجومِ اشک سے ویرانہ تھا

●

بے نذرِ کرم تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا
بہ خوں غلطیدۂ صد رنگ دعویٰ پارسائی کا

جہاں مٹ جائے سعیِ دید خضر آبادِ آسائش
بہ‌جیبِ ہر نگہ پنہاں ہے حاصل رہنمائی کا

بہ عجز آبادِ وہمِ مدعا تسلیم شوخی ہے
تغافل کو نہ کر مصروف[2] تمکیں آزمائی کا

زکٰوۃِ حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغِ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

۱- ''گوئیا'' کو کاٹ کر ''تو کہے'' کیا ہے۔
۲- ''حاشیے پر ''مصروف'' کی جگہ ''معزول'' لکھا ہے۔'' (مفتی انوارالحق کا نوٹ)

نہ مارا جان کر بے جرم، غافل، تیری گردن پر
رہا مانندِ خونِ بے گنہ حق آشنائی کا

دہانِ ہر بت پیغارہ جو زنجیرِ رسوائی
عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے
کہ حسرت کش رہا عرضِ ستم ہائے جدائی کا

۴۵

بسکہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا
چاکِ موجِ سیل تا پیراہنِ دیوانہ تھا

داغِ مہرِ ضبطِ بے جا مستیِ سعیِ پسند
دودِ مجمر لالہ ساں دُودِ تہِ پیمانہ تھا

وصل میں بختِ رسا نے سنبلستاں گل کیا
رنگِ شب تہ بندیِ دودِ چراغِ خانہ تھا

شب تری تاثیرِ سحرِ شعلۂ آواز سے
تارِ شمع آہنگِ مضرابِ پرِ پروانہ تھا

[1] انتظارِ زلف میں شمشاد ہم دستِ چنار
نقشبندِ شکلِ مژگاں از نمودِ شانہ تھا

۱- یہ بداہتہً سہو کاتب ہے - ''غافل'' کے بجائے ''قاتل'' ہونا چاہیے -

۱- حاشیے پر موٹے قلم سے کسی قدر خوشخط شکستہ میں اس کے بجائے یہ شعر لکھا ہے:

انتظارِ جلوۂ کاکل میں ہر شمشادِ باغ
صورتِ مژگانِ عاشق صرفِ عرضِ شانہ تھا

موسمِ گل میں مئے گلگوں حلالِ میکشاں
عقدِ وصلِ دخترِ رز انگور کا ہر دانہ تھا

حیرت اپنی نالۂ بے درد سے غفلت بنی
راہِ خوابیدہ کو غوغاے جرس افسانہ تھا

کُو بہ وقتِ قتل حقِ آشنائی اے نگاہ
خنجرِ زہراب دادہ سبزۂ بیگانہ تھا

جوشِ بے کیفیتی ہے اضطراب آرا اسد
ورنہ بسمل کا طپیدن[1] لغزشِ مستانہ تھا

●

[2]نہ ہو حسنِ تماشا دوست رسوا بے وفائی کا
بہ مہرِ صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

ہوس گستاخیِ آئینہ تکلیفِ نظر بازی
بہ جیبِ آرزو پنہاں ہے حاصل دلربائی کا

۱- ''متن میں پہلے اس جگہ ''طپیدن'' تھا۔ پھر اسے کاٹ کر 'تڑپنا' بنایا گیا'' (مفتی انوارالحق کا نوٹ)۔
۲- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل دو شعر باریک قلم سے شکستہ خط میں درج کیے ہیں:

وہی اک بات ہے جو یاں نفس واں نکہتِ گل ہے
چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا
نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہاے جدائی کا

نظر بازی طلسمِ وحشت آبادِ پرستان[1] ہے
رہا بیگانۂ تاثیر افسون آشنائی کا

نہ پایا دردمندِ دوریِ یارانِ یک دل نے
سوادِ خطِ پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

تمنائے زباں محوِ سپاسِ بے زبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بے دست و پائی کا

اسد یہ عجز و بے سامانیِ فرعون توام ہے
جسے تو بندگی کہتا ہے دعویٰ ہے خدائی کا

●

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکاں کھُلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

ہوں چراغانِ ہوس جوں کاغذِ آتش زدہ
داغ گرمِ کوششِ ایجادِ داغِ تازہ تھا

مانعِ وحشت خرامی ہائے لیلیٰ کون ہے
خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائیِ اندازِ استغنائے حسن
دست پابندِ حنا ، رخسار رہنِ غازہ تھا

۱- عرشی : ''پریشان'' (بجائے ''پرستان'') ۔

دیدۂ تر نے دیے اوراقِ لختِ دل بہ آب
یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا

بے نوائی تر صدائے نغمۂ شہرت اسد
بوریا یک نیستاں عالم بلند آوازہ تھا

●

کرے گر حیرتِ نظارہ طوفاں نکتہ گوئی کا
حبابِ چشمۂ آئینہ ہووے بیضہ طوطی کا

بروے قیس دستِ شرم ہے مژگانِ آہو سے
مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانہ لیلی کا

فسانِ تیغِ نازک قاتلاں سنگِ جراحت ہے
دلِ گرمِ تپش قاصد ہے پیغامِ تسلی کا

نہیں گرداب جز سرگشتگی ہائے طلب ہرگز
حبابِ بحر کے ہے آبلوں میں خار ماہی کا

نیازِ جلوہ ریزی طاقتِ بالیں شکستن ہا
تکلف کو خیال آیا ہو گر بیمار پرسی کا

نہ بخشی فرصتِ یک شبنمستاں جلوۂ خور نے
تصور نے کیا ساماں ہزار آئینہ بندی کا

اسد تاثیرِ صافی ہائے حیرت جلوہ پرور ہو
گر آبِ چشمۂ آئینہ ہووے عکس زنگی کا

یک گام ِ بے خودی سے لوٹیں بہار ِ صحرا
آغوش ِ نقش ِ پا میں کیجے فشار ِ صحرا

وحشت اگر رسا ہے بے حاصلی ادا ہے
پیمانۂ ہوا ہے مشت ِ غبار ِ صحرا

اے آبلہ کرم کر ، یاں رنجہ اک قدم کر
اے نور ِ چشم ِ وحشت ، اے یادگار ِ صحرا

دل در رکاب ِ صحرا ، خانہ خراب ِ صحرا
موج ِ سراب ِ صحرا ، عرض ِ خمار ِ صحرا

ہر ذرہ یک دل ِ پاک ، آئینہ خانۂ خاک
تمثال ِ شوق ِ بیباک صدجا دوچار ِ صحرا

دیوانگی اسد کی حسرت کش ِ طرب ہے
در سر ہوائے گلشن ، در دل غبار ِ صحرا

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک ِ جیب ِ دریدہ صرف ِ قماش ِ دام کیا

عکس ِ رخ ِ افروختہ تھا تصویر بہ پشت ِ آئینہ
شوخ نے وقت ِ حُسن طرازی تمکیں سے آرام کیا

ساقی نے ازبہر ِ گریباں چاکی ِ موج ِ بادۂ ناب
تار ِ نگاہ ِ سوزن ِ مینا رشتۂ خط ِ جام کیا

مہر بجائے نامہ لگائی بر لبِ پیکِ نامہ رساں
قاتلِ تمکیں سنج نے یوں خاموشی کا پیغام کیا

شامِ فراقِ یار میں جوشِ خیرہ سری سے ہم نے اسد
ماہ کو در تسبیحِ کواکب جائے نشینِ امام کیا

●

وہ مری چینِ جبیں سے غمِ پنہاں سمجھا
رازِ مکتوب بہ بے ربطیِ عنواں سمجھا

یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ
اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

ہم نے وحشت کدۂ بزمِ جہاں میں جوں شمع
شعلۂ عشق کو اپنا سر و ساماں سمجھا

تھا گریزاں مژۂ یار سے دل تا دمِ مرگ
دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہوگا
نبضِ خس سے تپشِ شعلۂ سوزاں سمجھا

سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستاں سمجھا

بدگمانی نے نہ چاہا اُسے سرگرمِ خرام
رُخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیراں سمجھا

دل دیا جان کے کیوں اُس کو وفادار اسدؔ
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

[1] گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیِ جا کا
گُہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور جوابِ نامۂ شوق
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ گل مت دو
مجھے دماغ نہیں خندہ ہاے بےجا کا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ چار شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ خط):

حنائے پاے خزاں ہے بہار اگر ہے یہی
دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیش دنیا کا

ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم کو
عدم کو لے گئے دل میں غبار صحرا کا

ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہوں
کرے ہے ہر بُنِ مُو کام چشمِ بینا کا

دل اس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

[1]نہ پائی وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم نے
عدم کو لے گئے دل میں غبار صحرا کا

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب میں ہے
میں مدعا ہوں تپشِ نامۂ تمنا کا

نہ کہہ کہ گریہ بہ مقدارِ حسرتِ دل ہے
مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

[2]فلک کو دیکھ کے کرتا ہے تجھ کو یاد اسد
اگرچہ گم شدہ ہے کاروبار دنیا کا

●

[3]کس کا خیال آئنۂ انتظار تھا
ہر برگِ گل کے پردے میں دل بے قرار تھا

کس کا جنونِ دید تمنا شکار تھا
آئینہ خانہ وادیِ جوہر غبار تھا

۱- حاشیے پر اس مصرع کو یوں لکھا ہے :
'ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم کو'
(مفتی انوار الحق کا نوٹ)

۲- یہ شعر متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے :
فلک کو دیکھ کے کرتا ہے اُس کو یاد اسد
جفا میں اس کی ہے انداز کارفرما کا

۳- اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں (باریک قلم ، شکستہ خط) - واضح رہے کہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں (ملاحظہ
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

[1]چوں غنچہ و گل آفتِ فالِ نظر نہ پوچھ
پیکاں سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

اب میں ہوں اور خونِ دو عالم معاملہ
توڑا جو تو نے آئنہ تمثال دار تھا

دیکھی وفاے فرصتِ رنج و نشاطِ دہر
خمیازہ یک درازیِ عمرِ خمار تھا

موجِ سرابِ دشتِ وفا کا بیاں نہ پوچھ
ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آب‌دار تھا

صبحِ قیامت ایک دُمِ گرگ تھی اسد
جس دشت میں وہ شوخِ دو عالم شکار تھا

❁

زبس خوں گشتۂ رشکِ وفا تھا وہم بسمل کا
چُرایا زخم ہاے دل نے پانی تیغِ قاتل کا

نگاہِ چشمِ حاسد وام لے اے ذوقِ خود بینی
تماشائی ہوں وحدت خانۂ آئینۂ دل کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ہو اُس نسخے کا صفحہ ۱۶) ان اشعار کی ترتیب وہ نہیں رہی جو
قلمی نسخے میں بطریق ذیل موجود ہے :
ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا
کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو، پر اب
دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا
گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں
جاں دادۂ ہواے سرِ رہگزار تھا

۱- عرشی : ''جوں'' ۔

سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

شرر فرصت نگہ، سامانِ یک عالم چراغاں ہے
بقدرِ رنگ یاں گردش میں ہے پیمانہ محفل کا

بہ قدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی
جو تو دریاے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولاں تھا
ہوا واماندگی سے رہرواں کی فرق منزل کا

مجھے اس قطعِ[1] رہ میں خوف گمراہی نہیں غالب
عصاے خضرِ صحراے سخن ہے خامہ بیدل کا

●

[2]کیا کس شوخ نے ناز از سرِ تمکیں نشستن کا
کہ شاخِ گل کا خم انداز ہے بالیں شکستن کا

۱۔ ''اس قطع رہ'' کو حاشیے پر ''راہِ سخن میں'' لکھا ہے۔ تحریر موٹے قلم سے شکستہ اور بد خط ہے۔
۲۔ اس غزل کے حاشیے پر ان تین اشعار کا اضافہ کیا ہے۔ (باریک قلم، شکستہ):

ہوا نے ابر سے کی موسم گل میں نمدبافی
کہ تھا آئینۂ خور پر تصور رنگ بستن کا

تکلف عافیت میں ہے دلا بند قبا وا کر
نفس بعد از وصالِ دوست تاواں ہے گسستن کا

ہر اشکِ چشم سے یک حلقۂ زنجیر بڑھتا ہے
بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب اندیشہ رستن کا

نہاں ہے مردمک میں شوقِ رخسارِ فروزاں سے
سپندِ شعلہ نادیدہ صفت انداز جستن کا
گدازِ دل کو کرتی ہے کشودِ چشم شب پیما
نمک ہے شمع میں جوں مومِ جادو خواب بستن کا
نفس در سینہ ہائے ہمدگر رہتا ہے پیوستہ
نہیں ہے رشتۂ الفت کو اندیشہ گسستن کا
عیادت سے اسد میں بیشتر بیمار رہتا ہوں
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزاں سینہ خستن کا

●

[1]لبِ خشک در تشنگی مردگاں کا
زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا
شگفتن کمیں دارِ تقریب جوئی
تصور ہوں بےموجب آزردگاں کا
[2]غریبِ بدر جستۂ باز گشتن
سخن ہوں سخن بر لب آوردگاں کا
سراپا یک آئینہ دارِ شکستن
ارادہ ہوں یک عالم افسردگاں کا

۱- اس غزل سے نیا صفحہ شروع ہوتا ہے - غزل کے اُوپر لکھا ہے (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) : ''معاملہ کردہ شے''-
۲- اس شعر کے حاشیے پر لکھا ہے : ''ستم دیدہ'' - یہ تحریر موٹے قلم کی ہے مگر کچھ ایسی بد خط نہیں -

ہمہ نا امیدی ، ہمہ بدگمانی
میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا

بہ‌صورت تکلف ، بمعنی تاسف
اسد میں تبسم ہوں پژمردگاں کا

●

شب کہ دل زخمیِ عرضِ دو جہاں تیر آیا
نالہ بر خود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا

وسعتِ جیبِ جنونِ تپشِ دل مت پوچھ
محملِ دشت بدوشِ رمِ نخچیر آیا

ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا ہستی
پرِ طاؤس سے دل پائے بہ زنجیر آیا

دید حیرت کش و خورشید چراغانِ خیال
عرضِ شبنم سے چمن آئنہ تعمیر آیا

عشقِ ترسا بچہ و نازِ شہادت مت پوچھ
کہ کلہ گوشہ بہ پروازِ پرِ تیر آیا

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ اسد
بے تکلف بہ سجودِ خمِ شمشیر آیا

●

سیر آں سوئے تماشا ہے طلب گاروں کا
خضر مشتاق ہے اِس دشت کے آواروں کا

سرخطِ بند ہوا نامہ گنہگاروں کا
خونِ ہدہد سے لکھا نقش گرفتاروں کا
فردِ آئینہ میں بخشیں شکنِ خندۂ گل
دلِ آزردہ پسند آئنہ رخساروں کا
داد خواہِ تپش و مہرِ خموشی بر لب
کاغذِ سرمہ ہے جامہ ترے بیماروں کا
وحشتِ نالہ بہ واماندگیِ وحشت ہے
جرسِ قافلہ یاں دل ہے گراں باروں کا
پھر وہ سوئے چمن آتا ہے، خدا خیر کرے
رنگ اُڑتا ہے گلستاں کے ہوا داروں کا
جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی غافل
چشمِ امید ہے روزن تری دیواروں کا
اسد! اے ہرزہ درا! نالہ بہ غوغا تا چند
حوصلہ تنگ نہ کر بے سبب آزاروں کا

[1]ضعفِ جنوں کو وقتِ تپش در بھی دور تھا
اک گھر میں مختصر سا بیاباں ضرور تھا
اے وائے غفلتِ نگہِ شوق ورنہ یاں
ہر پارہ سنگ لختِ دلِ کوہِ طور تھا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (باریک قلم، شکستہ):
جنت ہے تیری تیغ کے کشتوں کی منتظر
جوہر سواد جلوۂ مژگانِ حور تھا

درسِ تپش ہے برق کو اب اُس کے نام سے
وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

شاید کہ [1]مر گیا ترے رخسار دیکھ کر
پیمانہ رات ماہ کا لبریزِ نور تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
ہاں اس معاملے میں تو میرا قصور تھا

ہر رنگ میں جلا اسدِ فتنہ انتظار
پروانۂ تجلیِ شمعِ ظہور تھا

●

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے ساماں اشک باری کا
جنونِ برق نشتر ہے رگِ ابرِ بہاری کا

[2]برائے حلِ مشکل ہوں زپا افتادۂ حسرت
بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیماں خاکساری کا

۱- شاید کتابت کی غلطی نے یہاں ''بھر'' کو ''مر'' بنا دیا ہے۔ مگر اس سلسلے میں نسخۂ حمیدیہ کا یہ مقطع بھی قابلِ لحاظ ہے:

شب کہ تھا نظّارگیِ روئے بتاں کا اے اسد
گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

۲- اس مصرع کے ساتھ حاشیے پر یہ الفاظ ملتے ہیں: ''محررہ عبدالصمد مظہر''۔

حریفِ جوششِ دریا نہیں خود داریِ ساحل
جہاں ساقی ہے تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

بہ‌وقتِ سرنگونی ہے تصور انتظارستاں
نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اختر شماری کا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

اسدؔ ساغرکشِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی
کہ ننگِ فہمِ مستاں ہے گلہ بد روزگاری کا

●

[1]طاؤس در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا
یارب نفس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا

عزلت گزینِ بزم ہیں واماندگانِ دید
مینائے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہِ قدم
کیا بیم اہلِ درد کو سختیِ راہ کا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر لکھے ہیں (باریک قلم، شکستہ) :

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے
پُرگل خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا

غافل بہ وہمِ ناز خود آرا ہے ورنہ یاں
بے شانۂ صبا نہیں طرہ گیاہ کا

جیبِ نیازِ عشق نشاں دارِ ناز ہے
آئینہ ہوں شکستنِ طرفِ کلاہ کا

بزمِ قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ
صیدِ ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا

جاں در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

●

[1] خود پرستی سے رہے باہم دگر نا آشنا
بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

آتشِ موئے دماغِ شوق ہے تیرا تپاک
ورنہ ہم کس کے ہیں اے داغِ تمنا آشنا

بے دماغی شکوہ سنجِ رشکِ ہم دیگر نہیں
یار تیرا جامِ مے ، خمیازہ میرا آشنا

۱۔ سات شعروں کی اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر لکھے ہیں (باریک قلم ، شکستہ) :

رشک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

شوق ہے ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز
ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

جوہرِ آئینہ جز رمزِ سرِ مژگاں نہیں
آشنا کی ہم دگر سمجھے ہے ایما آشنا

ربطِ یک شیرازۂ وحشت ہیں اجزائے بہار
سبزہ بیگانہ ، صبا آوارہ ، گل نا آشنا

ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے
گردشِ مجنوں بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

یک ذرۂ زمیں نہیں بیکار باغ کا
یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خط ایاغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے
تریاکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر تحریر ہیں (باریک قلم ، شکستہ خط) :

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

ہے خونِ دل ہے چشمِ جنوں میں نگہ غبار
یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

باغِ شگفتہ تیرا بساطِ ہوائے دل
ابرِ بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

جوشِ بہار کلفتِ نظارہ ہے اسد
ہے ابر پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا

●

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگیں کا
نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمعِ بالیں کا

صدا ہے کوہ میں حشر آفریں اے غفلت اندیشاں
بے سنجیدنِ یاراں ہو حاصل خوابِ سنگیں کا

بجائے غنچہ و گل ہے ہجومِ خار و خس یاں تک
کہ صرفِ بخیہ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا

نصیبِ آستیں ہے حاصلِ روئے عرق آگیں
چنے ہے کہکشاں خرمن سے مہ کے خوشہ پرویں کا

بہ وقتِ کعبہ جوئی ہا جرس کرتا ہے ناقوسی
کہ صحرا فصلِ گل میں رشک ہے بتخانہ چیں کا

طپیدن دل کو سوزِ عشق میں خوابِ فرامش ہے
رکھا اسپند نے مجمر میں پہلو گرم تمکیں کا

[1]اسد طرز آشنایان قدردانِ نکتہ سنجی ہیں
سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسیں کا

●

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو
آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا

جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے
جوہرِ آئنہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط
تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا
لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکداں ہونا

۱- یہ مصرع حاشیے پر (موٹے قلم سے ، بدخط) یوں لکھا ہے :
اسد اربابِ فطرت قدردانِ لفظ و معنی ہیں

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا
حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

⊛

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا
رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا
محتسب سے تنگ ہے از بسکہ کارِ مے کشاں
رز میں جو انگور نکلا ، عقدۂ مشکل ہوا
قیس نے از بسکہ کی سیرِ گریبانِ نفس
یک دو چیں دامانِ صحرا پردۂ محمل ہوا
وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر
گوشِ نسریں عارضاں پروانۂ محفل ہوا
عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندی اسد
نقص پر اپنے ہوا جو مطّلع ، کامل ہوا

⊛

[1]اگر نہ احوالِ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا
بے تکلف داغِ مہ مُہرِ دہاں ہو جائے گا

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر لکھے ہیں ۔ (باریک قلم سے ، شکستہ خط میں) دوسرے اور تیسرے شعر میں لکھنے والا صرف قافیے تک پہنچا ہے ۔ ردیف دونوں شعروں میں بنظرِ سہولت حذف کی گئی ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زہرہ گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے آب
پرتوِ مہتاب سیلِ خانماں ہو جائے گا
گر وہ مستِ نازِ تمکیں دے صلائے عرضِ حال
[1] خارِ گلبن درد ہانِ گل زباں ہو جائے گا
لے تو لوں سوتے میں اس کے بوسہائے پا مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا
گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تعلیمِ ضبط
شعلہ خس میں جیسے خوں در رگ نہاں ہو جائیگا
[2] گر شہادت آرزو ہے، نشئے میں گستاخ ہو
بال شیشے کا رگِ سنگِ فساں ہو جائے گا
فائدہ کیا [3] سوچ آخر تو بھی ہے دانا اسد
دوستی ناداں کی ہے جی کا زیاں ہو جائے گا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا
باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گلِ تر ایک چشمِ خوں فشاں ہو جائے گا
وائے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا

۱- یہ مصرع کاٹ کر (شکستہ، بد خط تحریر میں) یوں لکھا ہے:
خارِ گل بہرِ دہانِ گل زباں ہو جائے گا

۲- مفتی انوار الحق کے نسخے میں اس غزل کا پانچواں اور چھٹا شعر آپس میں بدل گئے ہیں لیکن قلمی دیوان میں ترتیب اشعار وہ ہے جو یہاں دی گئی ہے۔

۳- قلمی دیوان میں اسی طرح ہے، "سوچ" نہیں ہے۔

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خطِ جامِ بادہ یکسر رشتۂ گوہر ہوا

گرمیِ دولت ہوئی آتش زنِ نامِ نکو
خانۂ خاتم میں یاقوتِ نگیں[۱] اختر ہوا

نشے میں گم کردہ رہ آیا وہ مستِ فتنہ خو
آج رنگِ رفتہ دورِ گردشِ ساغر ہوا

درد سے در پردہ دی مژگاں سیاہاں نے شکست
ریزہ ریزہ استخواں کا پوست میں نشتر ہوا

[۲]اے بہ‌ضبطِ حالِ [۳]نا افسردگاں جوشِ جنوں
نشۂ مے ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا

[۴]زہد گردیدن ہے گردِ خانہ ہائے منعماں
دانۂ تسبیح سے میں مہرہ در ششدر ہوا

۱- شیرانی و عرشی : ''اخگر'' بجائے ''اختر'' ۔
۲- مفتی انوار الحق کے نسخے میں اس غزل کا پانچواں اور چھٹا شعر آپس میں بدل گئے ہیں لیکن یہاں قلمی دیوان ہی کی ترتیب اشعار کا لحاظ کیا گیا ہے ۔
۳- شیرانی و عرشی : ''خونا کردگاں'' بجائے ''نا افسردگاں'' ۔
۴- قلمی دیوان میں چھٹے شعر پر ''لا لا'' لکھ کر حاشیے پر یہ شعر درج کیا ہے (موٹے قلم سے ، شکستہ ، بد خط تحریر) :
اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

اس چمن میں[1] ریشہ داری جس نے سر کھینچا اسد
تر زبانِ لطفِ عامِ ساقیِ کوثر ہوا

●

[2]اُف نہ کی ، گو سوزِ دل سے بے محابا جل گیا
آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

دود میرا سنبلستاں سے کرے ہے ہمسری
بسکہ شوقِ آتشِ گل سے سراپا جل گیا

شمع رویاں کی سر انگشتِ حنائی دیکھ کر
غنچۂ گل پرفشاں پروانہ آسا جل گیا

۱- شیرانی و عرشی : ''ریشہ واری'' بجائے ''ریشہ داری'' ۔
۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ پانچ شعر (باریک قلم سے خوش خط) بہ ترتیب ذیل لکھے ہیں :

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا
میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار
اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

عرض کیجے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

خانمانِ عاشقاں دوکانِ آتش‌باز ہے
شعلہ رویاں جب ہوے گرمِ تماشا جل گیا

تا کجا افسوسِ گرمی ہاے صحبت اے خیال
دل ز آتش[1] خیزیِ داغِ تمنا جل گیا

ہے اسد بیگانۂ افسردگی اے بے کسی
دل ز اندازِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

●

[2]پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

عذرِ واماندگی، اے حسرتِ دل
نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

سادگی ہائے تمنا، یعنی
پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا

۱- حاشیے پر ''آتش خیزی'' کی بجائے ''سوز آتش'' بنایا ہے - (مفتی انوار الحق کا نوٹ)

۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ ایک شعر درج ہے (باریک قلم، شکستہ):

پھر (ترے) کوچے کو جاتا ہے خیال
دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا

مصرع اول میں حاشیہ نگار ''ترے'' لکھنا بھول گیا ہے۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

آہ وہ جرأتِ فریاد کہاں
دل کے پردے میں جگر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

●

تو دوست کسو کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم جو[1] مجھ پر نہ ہوا تھا

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم
میں معتقدِ فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

میں سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہوں
یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

۱- شیرانی : ''کہ'' ۔

[1]جاری تھی اسد داغ جگر سے مرے[2] تحصیل
آتش کدہ جاگیرِ سمندر نہ ہوا تھا

●

ہے تنگ ز وامانده شدن حوصلۂ پا
جو اشک گرا خاک میں ، ہے آبلۂ پا

سر منزلِ ہستی سے ہے صحرائے طلب دور
جو خط ہے کفِ پایہ سو ہے سلسلۂ پا

دیدار طلب ہے دلِ وامانده کہ آخر
نوکِ سرِ مژگاں سے رقم ہو گلۂ پا

آیا نہ بیابانِ طلب کام زباں تک[3]
تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیِ وحشت
تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا

●

[4]عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

۱- اس مقطع کے سامنے حاشیے پر ۱۲۳۸ھ کی مہر لگی ہے۔
۲- شیرانی : ''مری''۔
۳- عرشی : ''کامِ زباں تک'' (''کام زباں تک کے بجائے'')۔
۴- اس غزل کے حاشیے پر یہ چھ شعر بہ ترتیب ذیل لکھے ہیں
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

جاں دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے
یاں عرصۂ طپیدنِ بسمل نہیں رہا
ہوں قطرہ زن بہ وادیِ حسرت شبانہ روز
جز تارِ اشک جادۂ منزل نہیں رہا
در روے شش جہت درِ آئینہ باز ہے
یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(باریک قلم ، شکستہ خط) :

جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے
ہوں شمعِ کشتہ درخورِ محفل نہیں رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں
شایانِ دست و بازوے قاتل نہیں رہا
گو میں رہا رہینِ ستم ہاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
وا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا
دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں
حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا
بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا ہوں پر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

واضح رہے کہ حاشیے میں لکھے ہوئے مقطع کا مصرع اول (بصورت بالا) متداول دیوان میں اختیار کردہ مصرع (بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد) سے مختلف ہے -

اے آہ میری خاطرِ وابستہ کے سوا
دنیا میں کوئی عقدۂ مشکل نہیں رہا

ہر چند ہوں میں طوطیِ شیریں سخن ولے
آئینہ ، آہ ، میرے مقابل نہیں رہا

انداز نالہ یاد ہیں سب مجھ کو پر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

⊙

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا
صفحۂ نامہ غلافِ بالشِ پر ہو گیا

صورتِ دیبا تپش سے میری غرقِ خوں ہے آج
خارِ پیراہن رگِ نستر[1] کو نشتر ہو گیا

بسکہ آئینے نے پایا گرمیِ رخ سے گداز
دامنِ تمثال مثلِ برگِ گل تر ہو گیا

شعلہ رخسارا ! تحیر سے تری رفتار کے
خارِ شمعِ آئنہ ، آتش میں جوہر ہو گیا

بسکہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار
دامنِ آلودۂ عصیاں گراں تر ہو گیا

حیرتِ اندازِ رہبر ہے عناں گیر اے اسد
نقشِ پائے خضر یاں سدِ سکندر ہو گیا

۱- عرشی ''بستر'' ۔

●

گرفتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا
کہ طوقِ قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا
زمیں کو صفحۂ گلشن بنایا خوں چکانی نے
چمن بالیدنی ہا از رمِ نخچیر ہے پیدا
مگر وہ شوخ ہے طوفاں طرازِ شوقِ خونریزی
کہ در بحرِ کماں بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا
نہیں ہے کف لبِ نازک پہ فرطِ نشۂ مے سے
لطافت ہائے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا
عروجِ نا اُمیدی چشم زخمِ چرخ کیا جانے
بہارِ بے خزاں از آہِ بے تاثیر ہے پیدا
اسد جس شوق سے ذرے تپش فرسا ہوں روزن میں
جراحت ہائے دل سے جوہرِ شمشیر ہے پیدا

●

بہ مہرِ نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا
ہمارا کام ہوا اور تمھارا نام ہوا[1]

۱- ''متن میں یہ مصرع یونہی درج ہے لیکن اس غزل کی ردیف کی رعایت آخر میں ''رہا'' کی متقاضی ہے اس لیے شاید یہ مصرع یوں ہو کہ:

''ہمارا کام ہوا اور تمھارا نام رہا''

(مفتی انوارالحق کا نوٹ)

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصلِ صیاد
بسانِ اشک گرفتارِ چشمِ دام رہا

دل و جگر تفِ فرقت سے جل کے خاک ہوے
ولے ہنوز خیالِ وصال خام رہا

شکستِ رنگ کی لائی سحر شبِ سنبل
پہ زلفِ یار کا افسانہ ناتمام رہا

دہانِ تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا
کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا

نہ پوچھ حال شب و روزِ ہجر کا **غالب**
خیالِ زلف و رخِ دوست صبح و شام رہا

●

سحرگہ باغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا
اڑے رنگِ گل اور آئینۂ دیوار ہو پیدا

بتاں! زہرآب اس شدت سے دو پیکانِ ناوک کو
کہ خطِ سبز تا پشتِ لبِ سوفار ہو پیدا

لگے گر سنگ سر پر یار کے دست نگاریں سے
بجائے زخم گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

کروں[1] گر عرض سنگینیِ کہسار اپنی بے تابی
رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا

۱- ''کرے'' ؟

بہ سنگِ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانہ پیماں
اگر ابرِ سیہ مست از سوے کہسار ہو پیدا

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہے
کہ غالب ہے کہ بعد از زاریِ بسیار ہو پیدا

●

[1] خلوتِ آبلہ پا میں ہے جولاں میرا
خوں ہے دل تنگیِ وحشت سے بیاباں میرا

عیشِ بازی کدۂ حسرتِ جاوید رسا
خونِ آدینہ سے رنگیں ہے دبستاں میرا

حسرتِ نشۂ وحشت نہ بسعیِ دل ہے
عرضِ خمیازۂ مجنوں ہے گریباں میرا

سرمۂ مفت نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ)۔
پہلے شعر کے اوپر حاشیے ہی میں "مطلع ثانی" لکھا ہے:

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفاں میرا
موجِ خمیازہ ہے ہر زخمِ نمایاں میرا

رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا

عالمِ بے سروسامانیِ فرصت مت پوچھ
لنگرِ وحشتِ مجنوں ہے بیاباں میرا

'بے دماغِ تپشِ رشک ہوں اے جلوۂ حسن
تشنۂ خونِ دل و دیدہ ہے پیماں میرا

۱۔ یہاں حاشیے پر متداول دیوان کی حسب ذیل غزل کے پہلے سات شعر درج ہیں اور آخری تین شعر اگلے صفحے کے حاشیے پر :

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہؤا کشمکشِ چارۂ زحمت میں تمام
مٹ گیا گھسنے میں اس عقدے کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدّل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

گر نہیں نکہتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا

تا کہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل
دیکھ برسات میں سبز آئنے کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

فہم زنجیریِ بے ربطیِ دل ہے یا رب!
کس زباں میں ہے لقبِ خوابِ پریشاں میرا

بہ ہوس دردِ سرِ اہلِ سلامت تا چند
مشکلِ عشق ہوں مطلب نہیں آساں میرا

بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد
دے نے برباد کیا پیرہنستاں میرا

●

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوتِ ناموس تھا
[1]شمع سے یک خار در پیراہنِ فانوس تھا

حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو
دل بہ دل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس تھا

بت پرستی ہے بہارِ نقش بندی ہائے دہر
ہر صریرِ خامہ میں یک نالۂ ناقوس تھا

[2]غنچۂ خاطر نے رنگِ صد گلستاں گل کیا
گردۂ تصویرِ گلشن بیضۂ طاؤس تھا

۱- یہ مصرع بصورت بالا لکھنے کے بعد یوں بدل دیا ہے:
رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس تھا

۲- حاشیے پر (باریک قلم، شکستہ) یہ دو شعر لکھے ہیں:
طبع کے واشد نے رنگِ یک گلستاں گل کیا
یہ دلِ وابستہ گویا بیضۂ طاؤس تھا

مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا
کس قدر یا رب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

پوچھ مت بیماریِ غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ غم خانہ میں
دست بر سر ، سر بہ زانوی دلِ مایوس تھا

●

ردیف ب

بس کہ ہے میخانہ ویراں جوں بیابانِ خراب
عکسِ چشمِ آہوے رمخوردہ ہے داغِ شراب

تیرگیِ ظاہری ہے طبعِ موزوں کا نشاں
غافلاں عکسِ سوادِ صفحہ ہے گردِ کتاب

یک نگاہِ صاف صد آئینۂ تاثیر ہے
ہے رگِ یاقوت عکسِ خطِ جامِ آفتاب

ہے عرق افشاں مشی سے ادہمِ مشکینِ یار
وقتِ شب اختر کنی ہے چشمِ بیدارِ رکاب

ہے شفق سوز جگر کی آگ کی بالیدگی
ہر یک اختر سے[1] فلک پر قطرۂ اشکِ کباب

بسکہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلوہ ہے
ہے شکستِ رنگِ گل آئینہ پردازِ نقاب

---

[1] - عرشی : "ہے" -

شب کہ تھا نظارگی روئے بتاں کا اے اسد
گر گیا بامِ فلک سے صبحِ طشتِ ماہتاب

●

[1] ہے بہاراں میں خزاں پرور خیالِ عندلیب
رنگِ گل آتش کدہ ہے زیرِ بالِ عندلیب

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر بارہ شعر کی حسب ذیل غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے۔ واضح رہے کہ دسویں شعر کے پہلے مصرع میں ''ایک عالم میں ہے طوفانیٔ کیفیتِ فصل'' قلمی نسخے کی عبارت کے مطابق ہے۔ مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع ''ایک عالم پہ ہے...'' ہو گیا ہے:

پھر ہؤا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب
دے بطِ مے کو دل و دستِ شنا موج شراب

پوچھ مت وجہِ سیہ مستیٔ اربابِ چمن
سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب

جو ہوا غرقۂ مے بختِ رسا رکھتا ہے
سر سے گزرے پہ بھی ہے بالِ ہما موجِ شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر
موجِ ہستی کو کرے فیضِ ہوا موجِ شراب

چار موج اٹھتی ہے طوفانِ طرب سے ہر سو
موجِ گل، موجِ شفق، موجِ صبا، موجِ شراب

جس قدر روح بناتی ہے جگر تشنۂ ناز
دے ہے تسکیں، بدمِ آبِ بقا، موجِ شراب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عشق کو ہر رنگ شانِ حسن ہے مدِّ نظر
مصرعِ سروِ چمن ہے حسبِ حالِ عندلیب

حیرتِ حسنِ چمن پیرا سے تیرے رنگِ گل
بسملِ آہنگِ[1] پریدن ہے بہ بالِ عندلیب

عمر میری ہو گئی صرفِ بہارِ حسنِ یار
گردشِ رنگِ چمن ہے ماہ و سالِ عندلیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بسکہ دوڑے ہے رگِ تاک میں خوں ہو ہو کر
شہپرِ رنگ سے ہے بال کشا موجِ شراب

موجۂ گل سے چراغاں ہے گزرگاہِ خیال
ہے تصور میں زبس جلوہ نما موجِ شراب

نشّے کے پردے میں ہے محوِ تماشائے دماغ
بسکہ رکھتی ہے سرِ نشو و نما موجِ شراب

ایک عالم میں ہے طوفانیِ کیفیتِ فصل
موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موجِ شراب

شرحِ ہنگامۂ ہستی ہے زہے موسمِ گل
ہے تصور میں زبس جلوہ نما موجِ شراب

ہوش اڑتے ہیں مرے جلوۂ گل دیکھ اسد
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب

۱- اس مصرع میں لفظ ''آہنگ'' کاٹ کر لفظ ''ذوق'' لکھا گیا ہے - مصرع کی صورت اصلاح کے بعد یہ ہے :
بسملِ ذوقِ پریدن ہے بہ بالِ عندلیب

منع مت کر حسن کی ہم کو پرستش سے کہ ہے
بادۂ نظارۂ گلشن حلالِ عندلب

ہے مگر موقوف بر وقتِ دگر کارِ اسد
اے شبِ پروانہ و [1]صبحِ وصالِ عندلیب

●

ردیف ت

[2]جاتا ہوں جدھر سب کی اٹھے ہے اُدھر انگشت
یکدست جہاں مجھ سے پھرا ہے مگر انگشت

۱- اس لفظ کو بدل کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''روز'' لکھا ہے - (اے شبِ پرانہ و روزِ وصالِ عندلیب) -

۲- اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل پانچ شعر بہ ترتیبِ ذیل درج ہیں (موٹا قلم ، شکستہ خط) :

کافی ہے نشانی تری چھلّے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے بہ وقت سفر انگشت

خونِ دل میں جو میرے نہیں باقی تو عجب کیا
جوں ماہیِ بے آب تڑپتی ہے ہر انگشت

شوخیِ تری کہہ دیتی ہے احوال ہمارا
رازِ دلِ صد پارہ کی ہے پردہ در انگشت

کس رتبے میں باریکی و نرمی ہے کہ جوں گل
آتی نہیں پنجے میں بس اس کے نظر انگشت

افسوس کہ دنداں کا کیا رزق فلک نے
جن لوگوں کی تھی درخورِ عقدِ گہر انگشت

مژگاں کی محبت میں جو انگشت نما ہوں
لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت
ہر غنچۂ گل صورتِ یک قطرۂ خوں ہے
[1]خوباں کا جو دیکھا ہے حنابستہ سر انگشت
گرمی ہے زباں کی سببِ سوختنِ جاں
ہے شمع شہادت کے لیے سر بسر انگشت
لکھتا ہوں اسدؔ سوزشِ دل سے سخنِ گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

[2]نیم رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی زارِ دوست
دودِ شمع کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

۱- یہ مصرع یوں بدلا گیا ہے (موٹا قلم ، بد خط تحریر) :
دیکھا ہے کسی کا جو حنا بستہ سر انگشت
۲- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ تحریر میں حسب ذیل غزل درج ہے :
رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت
جگر کو مرے عشقِ خونابہ مشرب
لکھے ہے خداوندِ نعمت سلامت
دو عالم کی ہستی پہ خطِ وفا کھینچ
دل و دستِ اربابِ ہمت سلامت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چشم بندِ خلق جز تمثال خود بینی نہیں
آئنہ ہے قالبِ خشتِ در و دیوارِ دوست

برقِ خرمن زارِ گوہر ہے نگاہِ تیز یاں
اشک ہوجاتے ہیں خشک از گرمیِ رفتارِ دوست

ہے سوا نیزے پہ اس کے قامتِ نوخیز سے
آفتابِ صبحِ محشر ہے گلِ دستارِ دوست

اے عدوے مصلحت چندے بہ ضبط افسردہ رہ
کردنی ہے جمع تابِ شوخیِ دیدارِ دوست

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علی‌الرغم دشمن شہیدِ وفا ہوں
مبارک مبارک سلامت سلامت

نہیں گر بہ کامِ دلِ خستہ گردوں
جگر خواہیِ جوشِ حسرت سلامت

نہیں گر سر و برگِ سودائے معنی
تماشائے نیرنگِ صورت سلامت

نہ اوروں کی سنتا، نہ کہتا ہوں اپنی
[1]سرِ خستہ دشوار وحشت سلامت

وفورِ بلا ہے ہجومِ وفا ہے
سلامت سلامت، سلامت سلامت

نہ فکر سلامت، نہ بیم سلامت
ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت

رہے غالبِ خستہ مغلوبِ گردوں
یہ کیا بے نیازی ہے حضرت سلامت

۱- عرشی: ”سر خستہ و شورِ وحشت . . . “۔

نغزشِ مستانہ و جوشِ تماشا ہے اسد
آتشِ مے سے بہارِ گرمیِ بازارِ دوست

●

ردیف ث

دودِ شمعِ کشتہٴ گل بزم سامانی عبث
یک شبہ آشفتہ نازِ سنبلستانی عبث

ہے ہوس محمل بہ دوشِ شوخیِ ساقیِ مست
نشہٴ مے کے تصور میں نگہبانی عبث

باز ماندن‌ہاے مژگاں ہے یک آغوشِ وداع
عید در حیرت سوادِ چشمِ قربانی عبث

جز غبارِ کردہ سیرآہنگیِ پرواز کُو؟
بلبلِ تصویر و دعواے پرافشانی عبث

سر نوشتِ خلق ہے طغراے عجزِ اختیار
آرزوہا خارِ خارِ چینِ پیشانی عبث

جب کہ نقشِ مدعا ہووے نہ جز موجِ سراب
وادیِ حسرت میں پھر آشفتہ جولانی عبث

دست برہم سودہ ہے مژگانِ خوابیدہ اسد
اے دل از کف دادۂ غفلت! پیشانی عبث

[1]ناز لطفِ عشق با وصفِ توانائی عبث
رنگ ہے سنگِ محک دعوائے مینائی عبث

ناخنِ دخلِ عزیزاں یک قلم ہے نقب زن
پاسبانیِ طلسمِ [2]کنجِ تنہائی عبث

محملِ پیمانۂ فرصت ہے بر دوشِ حباب
دعوئ دریا کشی و نشہ پیمائی عبث

[3]طبعِ نالاں حاملِ صد غلبۂ تاثیر ہے
دل کو اے عاشق کشاں تعلیمِ خارائی عبث

یک نگاہِ گرم ہے جوں شمع سر تا پا گداز
بہرِ از خود رفتگاں رنجِ خود آرائی عبث

اے اسد ! بے جا ہے نازِ سجدۂ عرضِ نیاز
عالمِ تسلیم میں یہ دعوئ آرائی عبث

۱- اس غزل کے حاشیے پر اس شعر کا اضافہ کیا ہے (موٹا قلم ، شکستہ) :

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت
بن گیا تقلید سے میری یہ سودائی عبث

۲- عرشی : ''گنج''

۳- حاشیے پر یہ شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے :

طبعِ عاشق حاملِ صد غلبۂ تاثیر ہے
دل کو اے بیداد خو تعلیمِ خارائی عبث

ردیف ج

[1]گلشن میں بندوبست بہ ضبطِ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرونِ در ہے آج

معزولیِ تپش ہوئی افراطِ انتظار
چشمِ کشادہ حلقۂ بیرونِ در ہے آج

حیرت فروشِ صد نگرانی ہے اضطرار
[2]سر رشتہ چاکِ جیب کا تارِ نظر ہے آج

اے عافیت کنارہ کر، اے انتظام چل
سیلابِ گریہ دشمنِ دیوار و در ہے آج

ہوں داغِ نیم رنگیِ شامِ وصالِ یار
نورِ چراغِ بزم سے جوشِ سحر ہے آج

[3]بیتابی نے کیا سفرِ سوختن تمام
پیراہنِ خسک میں غبارِ شرر ہے آج

تا صبح ہے بہ منزلِ مقصد رسیدنی
دودِ چراغِ خانہ غبارِ سفر ہے آج

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر تحریر ہے - (موٹا قلم ، شکستہ خط) :
آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ
تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

۳- اسے بدل کر یوں لکھا ہے (موٹا قلم ، شکستہ خط) : ''کرتی ہے عاجزی . . .''

۲- شیرانی : ''ہر رشتہ''

دور افتادۂ چمنِ فکر ہے **اسد**
مرغِ خیالِ بلبلِ بے بال و پر ہے آج

جنبشِ گلبرگ سے ہے گل کے لب کو اختلاج
حبِّ شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج

شاخِ گل جنبش میں ہے گہوارہ آسا ہر نفس
طفلِ شوخِ غنچۂ گل بسکہ ہے وحشت مزاج

سیرِ ملکِ حسن کر، میخانہا نذرِ خمار
چشمِ مستِ یار سے ہے گردنِ مینا پہ باج

گریہ ہائے بیدلاں گنجِ شرر در آستیں
قہرمانِ عشق میں حسرت سے لیتے ہیں خراج

ہے سوادِ چشمِ قربانی میں یک عالم مقیم
حسرتِ فرصت نے بخشا بسکہ حیرت کو رواج

اے **اسد** ہے مستعدِ شانہ گشتن[1] بہرِ زلف
پنجۂ مژگاں بخود بالیدنی رکھتا ہے آج

۱- اس مقطع کے دو لفظوں ''شانہ گشتن'' کے نیچے موٹے قلم سے شکستہ خط میں دو لفظ ''گیسو شدن'' لکھے ہیں۔ اگر یہ تحریر غالب کی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس مصرع کو بدلنے کا خیال کیا اور پھر ترک کر دیا، بصورت دیگر نقل کرنے والے نے ترمیم کی صحیح نقل نہیں کی۔

●

ردیف چ

بے دل نہ نازِ وحشتِ جیبِ دریدہ کھینچ
جوں بوے غنچہ یک نفسِ آرمیدہ کھینچ

یک مشتِ خوں ہے پرتوِ خور سے تمام دشت
دردِ طلب بہ آبلۂ نادمیدہ کھینچ

پیچیدگی ہے حاملِ طومارِ انتظار
پاۓ نظر بہ دامنِ شوقِ دویدہ کھینچ

برقِ بہار سے ہوں میں پا در حنا ہنوز
اے خارِ دشت! دامنِ شوقِ رسیدہ کھینچ

بیخود بہ لطفِ چشمکِ عبرت ہے چشمِ صبد
یک داغِ حسرتِ نفسِ ناکشیدہ کھینچ

بزمِ نظر ہیں بیضۂ طاؤس خلوتاں
فرشِ طرب بہ گلشنِ نا آفریدہ کھینچ

دریا بساطِ دعوتِ سیلاب ہے اسد
ساغر بہ بارگاہِ دماغِ رسیدہ کھینچ

●

قطعِ سفرِ ہستی و آرامِ فنا ہیچ
رفتار نہیں بیشتر از لغزشِ پا ہیچ

حیرت ہمہ اسرار پہ مجبورِ خموشی
ہستی نہیں جز بستنِ پیمانِ وفا ہیچ

تمثال گداز آئنہ ہے عبرتِ بینش
نظارہ تحیر چمنستانِ بقا ہیچ

گلزارِ دمیدن ، شررستانِ رمیدن
فرصت تپش و حوصلۂ نشو و نما ہیچ

آہنگِ عدم نالہ بہ کہسار گرو ہے
ہستی میں نہیں شوخیِ ایجادِ صدا ہیچ

کس بات پہ مغرور ہے اے عجزِ تمنا
سامانِ دعا وحشت و تاثیرِ دعا ہیچ

آہنگِ اسد میں نہیں جز نغمۂ بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

●

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں ، انتظارِ ساغر کھینچ

کمالِ گرمیِ سعیِ تلاشِ جلوہ[1] نہ پوچھ
برنگِ خار مرے آئنے سے جوہر کھینچ

نہ کہہ کہ طاقتِ رسوائیِ وصال نہیں
اگر یہی عرقِ فتنہ ہے مکرّر کھینچ

۱- متداول دیوان میں اس لفظ کے بجائے ''دید'' ہے مگر قلمی دیوان میں ''جلوہ'' ہی ہے۔

تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل
کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ

جنونِ آئنہ مشتاقِ یک تماشا ہے
ہمارے صفحے پہ بالِ پری سے مسطر کھینچ

بہ نیم غمزہ ادا کر حقِ ودیعتِ ناز
نیامِ پردۂ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ

مرے قدح میں ہے صہبائے آتشِ پنہان
بروئے سفرہ کبابِ دلِ سمندر کھینچ

تری طرف ہے بہ حسرت نظارۂ نرگس
بکوریِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ

خمارِ منّتِ ساقی اگر یہی ہے اسد
دلِ گداختہ کے میکدے میں ساغر کھینچ

●

ردیف ح

دعویٔ عشقِ بتاں سے بہ گلستاں گل و صبح
ہیں رقیبانہ بہم دست و گریباں گل و صبح

ساقِ گلرنگ سے اور آئنۂ زانو سے
جامہ زیبوں کے سدا ہیں تہِ داماں گل و صبح

وصلِ آئینہ رخاں ہم نفسِ یک دیگر
ہیں دعا ہائے سحرگاہ سے خواہاں گل و صبح

آئنہ خانہ ہے صحنِ چمنستاں تجھ سے[1]
بسکہ ہیں بے خود و وارفتہ و حیراں گل و صبح
زندگانی نہیں بیش از نفسِ چند اسد
غفلت آرامیِ یاراں پہ ہیں خنداں گل و صبح

ردیف د

بسکہ وہ پا کوبیاں در پردۂ وحشت ہیں یاد
ہے غلافِ دفچۂ خورشید ہر یک گرد باد
طرفہ موزونی ہے صرفِ جنگجوئی ہائے یار
ہے سرِ مصراعِ صافِ تیغ خنجر مستزاد
ہاتھ آیا زخمِ تیغِ یار سا پہلو نشیں
کیوں نہ ہووے آج کے دن بیکسی کی روح شاد
کیجئے آہوئے ختن کو خضرِ صحرائے طلب
مشک ہے سنبلستانِ زلف میں گردِ سواد
ہم نے سو زخمِ جگر پر بھی زباں پیدا نہ کی
گل ہوا ہے ایک زخمِ سینہ پر خواہانِ داد
بسکہ ہیں در پردہ مصروفِ سیہ کاری تمام
آستر ہے خرقۂ زہاد کا صوفِ مداد

۱- یہاں متن میں ''تجھ سے'' کو کاٹ کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''یکسر'' تحریر کیا ہے۔

تیغ درکف، کف بلب، آتا ہے قاتل اس طرف
مژدہ باد اے آرزوے مرگِ غالب مژدہ باد

●

تو پست فطرت اور خیالِ بسا بلند
اے طفلِ خود معاملہ قد سے عصا بلند

ویرانیِ جز آمد و رفتِ نفس نہیں
ہے کوچہہاے نے میں غبار صدا بلند

رکھتا ہے انتظارِ تماشاے حسنِ دوست
مژگانِ بازماندہ سے دستِ دعا بلند

موقوف کیجیے یہ تکلف نگاریاں
ہوتا ہے ورنہ شعلۂ رنگِ حنا بلند

قربانِ اوج ریزیِ چشمِ حیا پرست
یک آسماں ہے مرتبۂ پشتِ پا بلند

ہے دلبری کمینگر ایجادِ یک نگاہ
کارِ بہانہ جوئیِ چشمِ حیا بلند

بالیدگی نیازِ قدِ جاں فزا اسد
در ہر نفس، بقدرِ نفس، ہے قبا بلند

●

حسرتِ دستگہ و پاے تحمل تا چند
رگِ گردن، خطِ پیمانۂ بے مُل تا چند

ہے کلیمِ سیہِ بختِ پریشاں کاکل
موئینہ بافتنِ ریشۂ سنبل تاچند
کوکبِ بخت بجز روزنِ پر دود نہیں
عینکِ چشمِ جنوں حلقۂ کاکل تا چند
چشم بے خونِ دل و دل تہی ازجوشِ نگاہ
بزباں عرضِ فسونِ ہوسِ گل تا چند
بزم داغِ طرب و باغ کشادِ پرِ رنگ
شمع و گل تا کے و پروانہ و بلبل تا چند
نالہ دامِ ہوس و دردِ اسیری معلوم
شرحِ بر خود غلطی‌ہائے تحمل تا چند
جوہرِ آئنہ فکرِ سخنِ موئے دماغ
عرضِ حسرت پسِ زانوے تامّل تا چند
سادگی ہے عدمِ قدرتِ ایجادِ غنا
ناکسی ! آئنۂ نازِ توکّل تاچند
اسدِ خستہ گرفتارِ دو عالم اوہام
مشکل آساں کنِ یک خلق ! تغافل تا چند

●

بہ کامِ دل کریں کس طرح گمرہاں فریاد
ہوئی ہے لغزشِ پا لکنتِ زباں فریاد
کمالِ بندگیِ گل ہے رہنِ آزادی
ز دستِ مشتِ پر و خارِ آشیاں فریاد

نوازشِ نفسِ آشنا کہاں ورنہ
برنگ نے ہے نہاں در ہر استخواں فریاد

تغافل آئنہ دارِ خموشیِ دل ہے
ہوئی ہے محو بہ تقریبِ امتحاں فریاد

بلاک بے خبری نغمۂ وجود و عدم
جہان و اہلِ جہاں سے جہاں جہاں فریاد

جوابِ سنگدلی ہائے دشمناں ، ہمت
[1]ز دستِ شیشگیِ طبعِ دوستاں فریاد

ہزار آفت و یک جانِ بے نوائے اسد
خدا کے واسطے اے شاہِ بے کساں فریاد

[2]حُسن غمزے کی کشا کش سے چُھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

۱- یہ مصرع کاٹ کر یوں بدلا ہے :
"ز دست شیشۂ دلہائے دوستاں فریاد"
۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج کیا ہے (موٹے قلم سے ، شکستہ مگر بدخط نہیں ہے) :
تھی نگہ میری نہاں خانۂ دل کی نقّاب
بے خطر جیتے ہیں اربابِ ریا میرے بعد

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی
ان کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

در خورِ عرض نہیں جوہرِ بیداد کو جا
نگہِ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد

ہے جنوں اہلِ جنوں کے لیے آغوشِ وداع
چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق
ہے مکرّر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ
متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

●

ردیف ر

بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر در و دیوار
نگاہِ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار

جنونِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
که ہو گئے مرے دیوار و در، در و دیوار

نہیں ہے سایہ کہ سُن کر نویدِ مقدمِ یار
گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار

کیا ہے تو نے مئے جلوہ کس قدر ارزاں
کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در و دیوار

جو ہے تجھے سرِ سودائے انتظار تو آ
کہ ہیں دکانِ متاعِ نظر در و دیوار

ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر در و دیوار

وہ آرہا مرے ہمسایے میں تو سایے سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

نہ پوچھ بے خودیِ عیشِ مقدمِ سیلاب
کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر در و دیوار

نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار

نہ کہہ کسو سے کہ غالب نہیں زمانے میں
حریفِ رازِ محبت مگر در و دیوار

●

[1] شیشۂ آتشیں رخِ پُر نور
عرق از خط چکیدہ روغنِ موز

بسکہ ہوں بعدِ مرگ بھی نگراں
مردمک سے ہے خال بر لبِ گور

بار لاتی ہے دانہاے سرشک
مژے سے[2] ریشۂ رزِ انگور

ظلم کرنا گداے عاشق پر
نہیں شاہانِ حُسن کا دستور

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے
دشمنی ہے وصال کا مذکور

زندگانی پہ اعتماد غلط
ہے کہاں قیصر اور کہاں فغفور

کیجے جوں اشک اور قطرہ زنی
اے اسد ہے ہنوز دلی دور

۱- اس غزل پر متن میں موٹے قلم سے بدخط ''غلط'' لکھا ہے -

۲- عرشی : ''مژہ ہے''

۱۱

بسکہ مائل ہے وہ رشکِ ماہتاب آئینے پر
ہے نفس تارِ شعاعِ آفتاب آئینے پر

بازگشتِ جادہ پیمائے رہِ حیرت کہاں
غافلاں غش جان کر چھڑکے ہیں آب آئینے پر

بدگماں کرتی ہے عاشق کو خودآرائی تری
بے دلوں کو ہے براتِ اضطراب آئینے پر

نازِ خودبینی کے باعث خونیِ صد بے گناہ
جوہرِ شمشیر کو ہے پیچ و تاب آئینے پر

سدِّ اسکندر ہو از بہرِ نگاہِ گُل رخاں[2]
گر کرے یوں امرِ نہیِ بو تراب آئینے پر

دل کو توڑا جوشِ بیتابی سے **غالب** کیا کیا ؟
رکھ دیا پہلو بہ‌وقتِ اضطراب آئینے پر

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ شعر تحریر ہے :

مدعی میرے صفائے دل سے ہوتا ہے خجل
ہے تماشا زشت رویوں کا عتاب آئینے پر

۲- عرشی : ''سدِّ اسکندر بنے بہرِ نگاہ گلرخاں''۔

●

نہیں بندِ زلیخا بے تکلف ماہِ کنعاں پر
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر

لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشاں پر
میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر

دلِ خونیں جگر بے صبر و فیضِ عشق مستغنی
الٰہی ! یک قیامت خاور آ ٹوٹے بدخشاں پر

فنا تعلیمِ درسِ بیخودی ہوں اُس زمانے سے
کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر

فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے
بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکداں پر

نہیں اقلیمِ الفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا
کہ پشتِ چشم سے جس کے نہ ہووے مُہر عنواں پر

مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

بجز پروازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہو گا
قیامت اک ہوائے تند ہے خاکِ شہیداں پر

اسد ! اے بے تحمل، عربدہ بے جا ہے ناصح سے
کہ آخر بے کسوں کا زور چلتا ہے گریباں پر

صفائے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ زنگ آخر
تغیر آبِ برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

خطِ نوخیز نیلِ چشم زخمِ صافیِ عارض
لیا آئینے نے حرزِ پرِ طوطی بچنگ آخر

ہلال آسا تہی رہ، گر کشادن ہائے دل چاہے
ہوا مہ کثرتِ سرمایہ اندوزی سے تنگ آخر

تڑپ کر مر گیا وہ صیدِ بال افشاں کہ مضطر تھا
ہوا ناسورِ چشمِ تعزیت چشمِ خدنگ آخر

لکھی یاروں کی بدمستی نے میخانے کی پامالی
ہوئی قطرہ فشانی ہائے مے بارانِ سنگ آخر

اسد پردے میں بھی آہنگِ شوقِ یار قائم ہے
نہیں ہے نغمے سے خالی خمیدن ہائے چنگ آخر

[1] بینش بسعیِ ضبطِ جنوں نوبہار تر
دل در گدازِ نالہ بہ کاہ آبیار تر

قاتل بہ عزمِ ناز و دل از زخم در گداز
شمشیر آب دار و نگاہ آب دار تر

۱- اس غزل پر متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''غلط'' لکھا ہے اور لکھنے کے بعد کاٹ دیا ہے۔

ہے کسوتِ عروجِ تغافل کمالِ حسن
چشمِ سیہ بہ مرگِ نگہ سوگوار تر

سعیِ خرام کاوشِ ایجادِ جلوہ ہے
جوشِ چکیدنِ عرق آئینہ کار تر

ہر گرد بادِ حلقۂ فتراکِ بےخودی
مجنونِ دشتِ عشق تحیر شکار تر

اے چرخ! خاک برسرِ تعمیرِ کائنات
لیکن بنائے عہدِ وفا استوار تر

آئینہ داغِ حیرت و حیرت شکنجِ یاس
سیماب بےقرار و اسد بےقرار تر

●

دیا یاروں نے بیہوشی میں درماں کا فریب آخر
ہوا سکتے سے میں آئینۂ دستِ طبیب آخر

ستمکش مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں
تکلف برطرف، مل جائے گا تجھ سا رقیب آخر

رگِ گل جادۂ تارِ نگہ سے حد موافق ہے
ملیں گے منزلِ الفت میں ہم اور عندلیب آخر

غرورِ ضبط وقتِ نزع ٹوٹا بےقرارانہ
نیازِ بال افشانی ہوا صبر و شکیب آخر

اسد کی طرح میری بھی بغیر از صبح رخساراں
ہوئی شامِ جوانی اے دلِ حسرت نصیب آخر

●

[1] فسونِ یک دلی ہے لذتِ بیداد دشمن پر
کہ وجدِ برق چوں پروانہ بال افشاں ہے خرمن پر

تکلف خارِ خارِ التماسِ بے قراری ہے
کہ رشتہ باندھتا ہے پیرہن انگشتِ سوزن پر

برنگِ کاغذِ آتش زدہ ، نیرنگِ بے تابی
ہزار آئینہ دل باندھا ہے بالِ یک تپیدن پر

میں اور وہ بے سبب رنج ، آشنا دشمن کہ رکھتا ہے
شعاعِ مہر سے تہمت نگہ کی چشمِ روزن پر

یہ کیا وحشت ہے ؟ اے دیوانہ پیش از مرگ واویلا
رکھی بے جا بنائے خانۂ زنجیر شیون پر

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں یہ تین شعر لکھے ہیں :

جنوں کی دست گیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی
گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر
فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے
متاعِ بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر
فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا ؟ قاتل سے کہتا ہے
کہ مشقِ ناز کر ، خونِ تمنا[1] میری گردن پر

۱۱

ردیف ز

حسنِ خود آرا کو ہے مشقِ تغافل ہنوز
ہے کفِ مشّاطہ میں آئنہ گل ہنوز

سادگیِ یک خیال ، شوخیِ صد رنگ نقش
حیرتِ آئینہ ہے جیبِ تامل ہنوز

سادہ و پرکار تر ، غافل و ہشیار تر
مانگے ہے شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز

ساقی و تعلیمِ رنج ، محفل و تمکیں گراں
سیلیِ استاد ہے ساغرِ بے مُل ہنوز

شغلِ ہوس در نظر ، لیک حیا بے خبر
شاخِ گلِ نغمہ ہے نالۂ بلبل ہنوز

دل کی صدائے شکست ، سازِ طرب ہے اسد
شیشۂ بے بادہ سے چاہے ہے قلقل ہنوز

۱- یہاں لفظ ''تمنا'' کے بجائے موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''دو عالم'' لکھا ہے ۔

●

[1]بیگانۂ وفا ہے ہوائے چمن ہنوز
وہ سبزہ سنگ پر نہ آگا کوہ کن ہنوز

یارب ! یہ دردمند ہے کس کی نگاہ کا
ہے ربطِ مشک و داغِ سوادِ ختن ہنوز

جوں جادہ سر بکوے تمنّاے بےدلی
زنجیرِ پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

ہے نازِ مفلساں زرِ از دست رفتہ پر
ہوں گل فروشِ شوخیِ داغِ کہن ہنوز

میں دور گردِ قربِ بساطِ نگاہ تھا
بیرونِ دل نہ تھی تپشِ انجمن ہنوز

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر ذیل کے تین شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے ہیں - پہلے شعر کا مصرعِ اول متداول دیوان کے اسی مصرع سے ذرا سا مختلف ہے :

فارغ مجھے نہ جان کہ جوں صبح و آفتاب
ہے داغِ عشق زینتِ جیبِ کفن ہنوز

اے شعلہ فرصتے کہ سویداے دل سے ہوں
کشتِ سپندِ صد جگر اندوختن ہنوز

میخانۂ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں
خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

ان اشعار میں شعر ۲ اس سے آگے تیسری غزل کے متن میں پھر موجود ہے - اب میں نہیں کہہ سکتا کہ یہاں اشارہ نویسی میں مجھ سے غلطی ہوئی یا حاشیے میں لکھے ہوئے اس شعر کی تکرار آگے آنے والی ایک غزل کے متن میں فی‌الواقع ہوئی ہے -

تھا مجھ کو خارِ خارِ جنونِ وفا اسدؔ
سوزن میں تھا نہفتہ گلِ پیرہن ہنوز

●

چاکِ گریباں کو ہے ربطِ تامل ہنوز
غنچے میں دل تنگ ہے حوصلۂ گل ہنوز

دل میں ہے سودائے زلف مستِ تغافل ہنوز
ہے مژۂ خواب ناک ریشۂ سنبل ہنوز

پرورشِ نالہ ہے وحشتِ پرواز سے
ہے تہِ بالِ پری بیضۂ بلبل ہنوز

عشق کمیں گاہِ درد، وحشتِ دل دور گرد
دامِ تہِ سبزہ ہے حلقۂ کاکل ہنوز

لذتِ تقریرِ عشق پردگیِ گوشِ دل
جوہرِ افسانہ ہے عرضِ تحمل ہنوز

آئنۂ امتحاں نذرِ تغافل اسدؔ
شش جہت اسباب ہے وہمِ توکل ہنوز

●

[1] میں ہوں سرابِ یک تپش آموختن ہنوز
زخمِ جگر ہے تشنۂ لب دوختن ہنوز

اے شعلہ! فرصتے کہ سویدائے دل سے ہوں
کشتِ سپندِ صد جگر اندوختن ہنوز

۱- متن میں اس غزل کے اوپر ''غلط'' لکھا ہے۔

فانوسِ شمع ہے کفنِ کشتگانِ شوق
در پردہ ہے معاملۂ سوختن ہنوز

مجنوں ! فسونِ شعلہ خرامی فسانہ ہے
ہے شمعِ جادہ داغِ لیفروختن ہنوز

کو یک شرر؟ کہ سازِ چراغاں کروں اسد
بزمِ طرب ہے پردگیِ سوختن ہنوز

●

[1]حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسونِ نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمرِ خضر دراز !

نہ ہو بہ ہرزہ بیاباں نوردِ وہمِ وجود
ہنوز تیرے تصوّر میں ہے نشیب و فراز

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر مندرجہ ذیل چار شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے ہیں ۔ مقطع میں یہ نکتہ قابل لحاظ ہے کہ یہاں تخلص اسد نہیں ، غالب رکھا ہے اور متن میں اسد والے مقطع پر ''لا لا'' لکھ دیا ہے :

ز بس کہ جلوۂ صیاد حیرت آرا ہے
اڑی ہے صفحۂ خاطر سے صورتِ پرواز

ہجومِ فکر سے دل مثلِ موج لرزے ہے
کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

ہر ایک ذرۂ عاشق ہے آفتاب پرست
گئی نہ خاک ہوئے پر ، ہوائے جلوۂ ناز

نہ پوچھ وسعتِ میخانۂ جنوں غالب
جہاں یہ کاسۂ گردوں ہے ایک خاک انداز

فریبِ صنعتِ ایجاد کا تماشا دیکھ
نگاہ عکس فروش و خیال آئنہ ساز

وصال ، جلوہ تماشا ہے ، پھر دماغ کہاں
کہ دیجے آئنۂ انتظار کو پرواز

ہنوز اے اثرِ دید[1] ننگِ رسوائی
نگاہ فتنہ خرام و درِ دو عالم باز

اسد سے ترکِ وفا کا گماں وہ معنی ہے
کہ کھینچیے پرِ طائر سے صورتِ پرواز

●

نہ گلِ نغمہ ہوں ، نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

تو اور آرائشِ خمِ گیسو[2]
میں اور اندیشہائے دور و دراز

لافِ تمکیں فریبِ سادہ دلی
ہم ہیں اور رازہائے سینہ گداز

ہوں گرفتارِ اُلفتِ صیاد
ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے
ناز کھینچوں بجائے حسرتِ ناز

۱- عرشی : ''دیدہ'' بجائے ''دید'' ۔

۲- قلمی دیوان میں مروجہ ''خمِ کاکل'' کے بجائے ''خمِ گیسو'' ہے ۔

ہیں دل میں مرے وہ قطرۂ خوں
جس سے مژگاں ہوئی نہ ہو گلباز

اے ترا غمزہ، یک قلم انگیز
اے ترا ظلم سربسر انداز

تو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو
ریزشِ سجدۂ جبینِ نیاز

[1]یا علی! یک نگاہ سوے اسد
میں غریب اور تو غریب نواز

●

کو بیابانِ تمنا و کجا جولانِ عجز
آبلے پا کے ہیں یاں رفتار کو دندانِ عجز

ہو قبولِ کم نگاہی تحفۂ اہلِ نیاز
اے دل واے جانِ ناز اے دین واے ایمانِ عجز

بوسۂ پا انتخابِ بدگمانی ہاے حسن
یاں ہجومِ عجز سے تا سجدہ ہے جولانِ عجز

حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشمہاے ناز
عشق نے وا کی ہے ہر یک خار سے مژگانِ عجز

۱- حاشیے پر مقطع کا مصرع اول (موٹے قلم سے، شکستہ خط میں) بصورت ذیل لکھا ہے:
"نگہِ التفات سوے اسد"

اضطرابِ نارسائی موجدِ[1] شرمندگی
ہے عرق ریزیِ خجلت جوششِ طوفانِ عجز
وہ جہاں مسند نشینِ بارگاہِ ناز ہو
قامتِ خوباں ہو محرابِ نیازستانِ عجز
بسکہ بے پایاں ہے صحرائے محبت اے اسد
گردباد اس راہ کا ہے عقدۂ پیمانِ عجز

●

داغِ اطفال ہے دیوانہ بہ کہسار ہنوز
خلوتِ سنگ میں ہے نالہ طلبگار ہنوز
خانہ ہے سیل سے خوکردۂ دیدار ہنوز
دوربیں درزدہ ہے رخنۂ دیوار ہنوز
وسعتِ سعیِ کرم دیکھ کہ سر تا سرِ خاک
گزرے ہے آبلہ پا ابرِ گہر بار ہنوز
یک قلم کاغذِ آتش زدہ ہے صفحۂ دشت
نقشِ پا میں ہے تپِ گرمیِ رفتار ہنوز
آئی یک عمر سے معذورِ تماشا نرگس
چشمِ شبنم میں نہ ٹوٹا مژۂ خار ہنوز

۱۔ لفظ ''موجد'' کو کاٹ کر (سوٹا قلم ، شکستہ خط) ''مایہ'' بنایا ہے ۔ دونوں مصرعوں میں کچھ اور بھی اصلاح دینی چاہی ہے مگر پھر ان الفاظ کو کاٹ دیا ہے ۔ گویا یہ شعر بہ تغیرِ لفظِ ''موجدِ'' بجنسہٖ رہنے دیا ہے ۔

کیوں ہؤا تھا طرفِ آبلۂ پا یا رب !
جادہ ہے واشدنِ پیچشِ طومار ہنوز

ہوں خموشی چمنِ حسرتِ دیدار اسد
مژہ ہے شانہ کشِ طرۂ گفتار ہنوز

●

نہ بندھا تھا بہ عدم نقشِ دلِ مور ہنوز
تب سے ہے یاں دہنِ یار کا مذکور ہنوز

سبزہ ہے نوکِ زبانِ دہنِ گور ہنوز
حسرتِ عرضِ تمنا میں ہوں رنجور ہنوز

صد تجلی کدہ ہے صرفِ جبینِ غربت
پیرہن میں ہے غبارِ شررِ طور ہنوز

زخمِ دل میں ہے نہاں غنچۂ پیکانِ نگار
جلوۂ باغ ہے درپردۂ ناسور ہنوز

پا پُر از آبلہ راہِ طلبِ مے میں ہؤا
ہاتھ آیا نہیں یک دانۂ انگور ہنوز

گل کھلے ، غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی
سر خوشِ خواب ہے وہ نرگسِ مخمور ہنوز

اے اسد تیرگیِ بختِ سیہ ظاہر ہے
نظر آتی نہیں صبحِ شبِ دیجور ہنوز

ردیف س

[1]حاصلِ دل بستگی ہے عمرِ کوتاہ اور بس
وقفِ عرضِ عقدہ ہائے متّصل تارِ نفس

کیوں نہ طوطیِ طبیعت نغمہ پیرائی کرے
باندھتا ہے رنگِ گل آئینہ بر[2] چاکِ قفس

۱۔ اس صفحے کے حاشیے پر آٹھ شعر کی یہ غزل درج ہے (موٹا قلم ، شکستہ خط) :

کب فقیروں کو رسائی بتِ میخوار کے پاس
تونبے بو دیجیے میخانے کی دیوار کے پاس

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے
دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس

جگرِ تشنۂ آزار تسلّی نہ ہوا
جوئے خوں ہم نے بہائی بنِ ہر خار کے پاس

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ، ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس

میں بھی رک رک کے نہ مرتا جو زباں کے بدلے
دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غم خوار کے پاس

دہنِ شیر میں جا بیٹھیے ، لیکن اے دل
نہ کھڑے ہوجیے خوبانِ دل آزار کے پاس

دیکھ کر تجھ کو چمن بسکہ نمو کرتا ہے
خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

مر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے
بیٹھنا اس کا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

۲۔ عرشی : ''تا'' (بجائے ''بر'') ۔

ے دامہاں ! صدا ہے تنگیِ فرصت سے خوں
ے صحرائے تحیر چشمِ قربانی جرس

تیز تر ہوتا ہے خشمِ تند خویاں عجز سے
ہے رگِ سنگِ فسانِ تیغِ شعلہ خار و خس

سختیِ راہِ محبت منعِ دخلِ غیر ہے
پیچ و تابِ جادہ ہے یاں جوہرِ تیغِ عسس

اے اسد خود ہم اسیرِ رنگ و بوے باغ ہیں
ظاہرا صیادِ ناداں ہے گرفتارِ ہوس

●

دشتِ الفت میں ہے خاکِ کشتگاں محبوس و بس
پیچ و تابِ جادہ ہے خطِ کفِ افسوس و بس

نیم رنگی ہاے شمعِ محفلِ خوباں سے ہے
پیچکِ مہ صرفِ چاکِ پردۂ فانوس و بس

ہے تصور میں نہاں سرمایۂ صد گلستاں
کاسۂ زانو ہے مجھ کو بیضۂ طاؤس و بس

کفر ہے غیر از گدازِ[1] شوق رہبر خواستن
راہِ صحراے حرم میں ہے جرس ناقوس و بس

۱- ''گداز'' کو موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''وفور'' بنایا ہے ۔

[1] اے اسد گل تختۂ مشق شگفتن ہو گئے
غنچۂ خاطر رہا افسردگی مانوس و بس

●

کرتا ہے بہ یادِ بتِ رنگیں دلِ مایوس
رنگِ ز نظر رفتہ حنائے کفِ افسوس

تھا خواب میں کیا جلوہ نظر جوشِ[2] زلیخا
ہے بالشِ دل سوختگاں میں پرِ طاؤس

حیرت سے رخِ دوست کی از بسکہ ہیں بیکار
خور قطرۂ شبنم میں ہے جوں شمع بہ فانوس

دریافتنِ صحبتِ اغیار ، غرض ہے
اے نامہ رساں نامہ رساں چاہیے جاسوس

ہے مشق اسد دستکہِ وصل کی منظور
ہوں خاک نشیں از پۓ ادراکِ قدم بوس

۱- اس مصرع کا کچھ حصہ کاٹ دیا ہے اور اسے موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ صورت دی ہے :

یک جہاں گل تختۂ مشق شگفتن ہے اسد

۲- ''نظر جوش'' کے نیچے شکستہ خط میں موٹے قلم سے ''پرستار'' لکھا ہے -

ردیف ش

[1]ز جوشِ اعتدالِ فصل و تمکینِ بہار آتش
بہ اندازِ حنا ہے رونقِ دستِ چنار آتش

نہ لیوے گر خسِ جوہر طراوت سبزۂ خط سے
لگاوے خانۂ آئینہ میں رُوے نگار آتش

فروغِ حسن سے ہوتی ہے حلِّ مشکلِ عاشق
[2]نکالے ہے ز پائے شمعِ بر جا ماندہ خار آتش

شرر ہے رنگ بعد اظہارِ تابِ جلوۂ تمکیں
کرے ہے سنگ پرخورشیدآبِ روے کار آتش

نہ پاوے بے گدازِ موم ربطِ پیکر آرائی
نکالے کیا نہالِ شمع بے تخمِ شرار آتش

خیالِ دود تھا سر جوشِ سوداے غلط فہمی
اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آتش

ہواے پرفشانی برقِ خرمن ہاے خاطر ہے
بہ بالِ شعلۂ بیتاب ہے پروانہ زار آتش

۱- اس مصرع کا ابتدائی حصہ (''تمکین بہار آتش'' سے پہلے) موٹے قلم سے شکستہ خط میں بدل دیا ہے اور مصرع کی صورت یوں ہو گئی ہے:

ہوئی ہے بسکہ صرفِ مشقِ تمکینِ بہار آتش

۲- حاشیے پر یہ مصرع اس طرح لکھا ہے (موٹا قلم ، شکستہ خط):

نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خار آتش

نہیں برق و شرر جز وحشت و ضبطِ تپیدن ہا
بلا گردانِ بے پروا خرامی ہائے یار آتش
دھوئیں سے آگ کے اک ابرِ دریا بار ہو پیدا
اسد حیدر پرستوں سے اگر ہووے دو چار آتش

●

بہ اقلیمِ سخن ہے جلوۂ گردِ سواد آتش
کہ ہے دودِ چراغاں سے ہیولائے مداد آتش
[1] اگر مضمونِ خاکستر شدن دیباچہ پیرا ہو
نہ باندھے شعلۂ جوالہ غیر از گرد باد آتش
کرے ہے لطفِ اندازِ برہنہ گوئیِ خوباں
[2] ز وا بالیدن مضمونِ سطرِ شعلہ یاد آتش
دیا داغِ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا
نہ ہو بالیدہ غیر از جنبشِ دامانِ باد آتش
[3] اسد قدرت سے حیدر کی ہوی ہر گبر و ترسا کے
شرارِ سنگِ بت ہی در بنائے اعتقاد آتش

۱- اس مصرع کو موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ اصلاح دی ہے :
اگر مضمون خاکستر کرے دیباچہ آرائی
۲- یہ مصرع بدخط شکستہ میں حاشیے پر یوں بدلا ہے :
بہ تقریبِ نگارش ہائے سطر شعلہ یاد آتش
۳- قلمی دیوان میں یوں ہی ہے - واضح رہے کہ مفتی انوارالحق نے مصرع اول کا آخری لفظ ''کو'' بنا دیا ہے اور مصرع ثانی میں ''در بنائے اعتقاد'' کو ''بر بنائے اعتقاد'' لکھا ہے -

ردیف ع

جادہ رہ خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع
چرخ وا کرتا ہے ماہِ نو سے آغوشِ وداع

شمع سے ہے بزم انگشتِ تحیر در دہن
شعلۂ آوازِ خوباں پر بہ ہنگامِ سماع

جوں پرِ طاؤس جوہر تختہ مشقِ رنگ ہے
بسکہ ہے وہ قبلۂ آئینہ محوِ اختراع

رنجشِ حیرت سرشتاں سینہ صافی پیشکش
جوہرِ آئینہ ہے یاں گردِ میدانِ نزاع

چار سوے دہر میں بازارِ غفلت گرم ہے
[1]ورنہ نقصانِ تصور ہے خیالِ انتفاع

آشنا غالب نہیں ہیں دردِ دل کے آشنا
ورنہ کس کو میرے افسانے کی تابِ استماع

رخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانیِ شمع
ہوئی ہے آتشِ گل آبِ زندگانیِ شمع

زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگ خاموشی
یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانیِ شمع

۱- یہ مصرع حاشیے پر بصورت ذیل بدلا ہے (موٹے قلم سے شکستہ خط میں) :

عقل کے نقصاں سے اُٹھتا ہے خیال انتفاع

کرے ہے صرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام
بہ طرزِ اہلِ فنا ہے فسانہ خوانیِ شمع

غم اِس کو حسرتِ پرواز کا ہے اے شعلہ
ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانیِ شمع

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے
بہ جلوہ ریزیِ باد و بہ پرفشانیِ شمع

نشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہے شہیدِ گلِ خزانیِ شمع

جلے ہے دیکھ کے بالینِ یار پر مجھ کو
اسد ہے دل پہ مرے داغِ بدگمانیِ شمع

●

ردیف غ

عشاق اشکِ چشم سے دھوویں ہزار داغ
دیتا ہے اور جوں گل و شبنم بہار داغ

جوں چشمِ باز ماندہ ہے ہر یک بسوے دل
رکھتا ہے داغِ تازہ کا یاں انتظار داغ

بے لالہ عارضاں مجھے گلگشتِ باغ میں
دیتی ہے گرمیِ گل و بلبل ہزار داغ

جوں اعتماد نامہ و خط کا ہو مہر سے
یوں عاشقوں میں ہے سببِ اعتبار داغ
ہوتے ہیں نیست جلوۂ خور سے ستارگاں
دیکھ اس کو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ
[1] در عالم تصوّر روئے بتاں اسد
دکھلائے ہے مجھے دو جہاں لالہ زار داغ

●

[2] بلبلوں کو دوز سے کرتا ہے منعِ بارِ باغ
ہے زبانِ پاسباں خارِ سرِ دیوارِ باغ
کون آیا جو چمن بیتابِ استقبال ہے
جنبشِ موجِ صبا ہے شوخیِ رفتارِ باغ
میں ہمہ حیرت جنوں بیتابِ دورانِ خمار
مردمِ چشمِ تماشا نقطۂ پرکارِ باغ
آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو بخشے ہے فروغ
ہے دمِ سردِ صبا سے گرمیِ بازارِ باغ

۱- حاشیے پر یہ مصرع یوں بدلا ہے (موٹا قلم ، شکستہ) :
وقتِ خیالِ جلوۂ حسنِ بتاں اسد

۲- اس غزل کے مطلع کے دونوں مصرعوں کے درمیان لکھا ہے :
"پسند خاطر عبدالعلی" اور ساتھ نشان ع لگایا ہے ۔ دوسرے ،
چوتھے اور پانچوں شعر کو اسی نشان ع سے ممتاز کیا ہے ۔ غالباً
یہ تین شعر عبدالعلی کو پسند آئے ہیں ۔

کون گل سے ضعف و خاموشیِ بلبل کہہ سکے
نے زبانِ غنچہ گویا نے زبانِ خارِ باغ

جوشِ گل کرتا ہے استقبالِ تحریرِ اسد
زیرِ مشقِ شعر ہے نقش از پۓ احضارِ باغ

●

ردیف ف

[1] نامہ بھی لکھتے ہو تو بہ خطِ غبار حیف
رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف

بیمِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش
مجبور یاں تلک ہوئے اے اختیار حیف

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز
گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

۱- چھ اشعار کی اس غزل سے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں :
مفتی انوار الحق کے نسخے میں تیسرا اور چوتھا شعر باہم بدل گئے ہیں ، مگر قلمی دیوان میں ترتیب اشعار وہی ہے جو یہاں دی گئی ہے -
اسی غزل کے حاشیے پر ذیل کے دو شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں بڑھائے گئے ہیں :

گل چہرہ ہے کسی خفقانی مزاج کا
گھبرا رہی ہے بیمِ خزاں سے بہار حیف

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے
اے ناتمامیِ نفسِ شعلہ بار حیف

بیش از نفس بتاں کے کرم نے وفا نہ کی
تھا محملِ نگاہ بہ دوشِ شرار حیف

ہیں میری مشتِ خاک سے اُس کو کدورتیں
پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبار حیف

بنتا اسد میں سرمۂ چشمِ رکابِ یار
آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار حیف

●

[1] عیسیٔ مہرباں ہے شفا ریز یک طرف
درد آفریں ہے طبعِ الم خیز یک طرف

سنجیدنی ہے ایک طرف رنجِ کوہ کن
خوابِ گرانِ خسروِ پرویز یک طرف

خرمن بباد دادۂ دعوے ہیں، ہو سو ہو
ہم اک[2] طرف ہیں برقِ شرر بیز یک طرف

ہر مو بدن پہ شہپر پرواز ہے مجھے
بے تابیٔ دلِ تپش انگیز یک طرف

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ذیل کا شعر درج ہے:

مفتِ دل و جگر خاشِ غمزہ ہائے ناز
کاوش فروشیٔ مژۂ تیز یک طرف

خاص بات اس اندراج کے متعلق یہ ہے کہ یہ غالب کی تحریر سے نمایاں طور پر مشابہ ہے۔

۲- عرشی: ''یک''۔

یک جانب اے اسد شبِ فرقت کا بیم ہے
دامِ ہوس ہے زلفِ دلاویز یک طرف

ردیف ک

[1]زخم پر باندھے ہیں کب طفلانِ بے پروا نمک
کیا مزہ ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخمِ دل
ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک

یاد ہیں اے ہمنشیں وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک

شورِ جولاں تھا کنارِ بحر پر کس کا ؟ کہ آج
گردِ ساحل ہے بزخمِ موجۂ دریا نمک

مجھ کو ارزانی رہے ، تجھ کو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی ، واہ وا
یاد کرتا ہے مجھے ، دیکھے ہے وہ جس جا نمک

چھوڑ کر جانا تنِ مجروحِ عاشق حیف ہے
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگیں ہیں اعضا نمک

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج ہے (موٹا قلم ، شکستہ) :

غیر کی منت نہ چھوڑوں کا پئے توفیرِ درد
زخمِ دل جوں خندۂ خوباں ہیں سر تا پا نمک

اس عمل میں عیش کی لذت نہیں ملتی اسد
زور نسبت مے سے رکھتا ہے نصارا[1] کا نمک

●

[2]آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہوتے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہوتے تک

دام ِ ہر موج میں ہے حلقۂ ِ صد کام ِ نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہوتے تک

عاشقی صبر طلب ، اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خون ِ جگر ہوتے تک

تاقیامت شب ِ فرقت میں گزر جائے گی عمر
سات دن ہم پہ بھی بھاری ہیں سحر ہوتے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے ، لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہوتے تک

۱- مفتی انوارالحق کے نسخے میں یہ لفظ ''اضارا'' (بجائے ''نصارا'') چھپ گیا ہے - نسخۂ شیرانی اور نسخۂ عرشی دونوں میں ''نصارا'' ہے -

۲- متداول دیوان میں اس غزل کی ردیف ''ہونے تک'' معروف عام ہے مگر قلمی دیوان میں مطلع سے لے کر مقطع تک آٹھوں اشعار میں ردیف بالالتزام ''ہوتے تک'' ہے ۔

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل
گرمیِ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

●

[1] آئے ہیں پارہ ہائے جگر درمیانِ اشک
لایا ہے لعلِ بیش بہا کاروانِ اشک

ظاہر کرے ہے جنبشِ مژگاں سے مدعا
طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارہ زبانِ اشک

میں وادیِ طلب میں ہوا جملہ تن عرق
از بسکہ صرفِ قطرہ زنی تھا بسانِ اشک

دل خستگاں کو ہے طربِ صد چمن بہار
باغِ بخوں تپیدن و آبِ روانِ اشک

۱- پانچ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں یہ دو شعر لکھے ہیں :

رونے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایک بار
مژگاں کو دوں فشار پئے امتحانِ اشک

سیلِ بنائے ہستیِ شبنم ہے آفتاب
چھوڑے نہ چشم میں تپشِ دل نشانِ اشک

[1] در حالِ انتظارِ قدومِ بتاں اسد
ہے برسرِ مژہ ، نگراں ، دیدبانِ اشک

●

ردیف ک

گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت ، دعا نہ مانگ
یعنی ، بغیرِ یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

[2] اے آرزو شہیدِ وفا خوں بہا نہ مانگ
جز بہرِ دست و بازوے قاتل دعا نہ مانگ

گستاخیِ وصال ہے مشاطۂ نیاز
یعنی دعا بجز خمِ زلفِ دوتا نہ مانگ

برہم ہے بزمِ غنچہ بہ یک جنبشِ نشاط
کاشانہ بسکہ تنگ ہے ، غافل ہوا نہ مانگ

عیسیٰ ! طلسمِ حسن تغافل ہے زینہار
جز پشتِ چشم نسخۂ عرضِ دوا نہ مانگ

۱- "درحال" کو کاٹ کر اس کے اوپر لفظ "ہنگام" لکھا ہے (موٹا قلم ، بد خط)۔

۲- اس دوسرے مطلع کے سامنے حاشیے پر نشان ؔ بنا کر کسی شخص نے اپنا نام لکھا ہے : "آغا علے"۔

میں دور گردِ عرضِ رسومِ نیاز ہوں
دشمن سمجھ ولے نگہِ آشنا نہ مانگ

نظارہ دیگر و دلِ خونیں نفس دگر
آئینہ دیکھ جوہرِ برگِ حنا نہ مانگ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد
مجھ سے حسابِ بے گنہی اے خدا نہ مانگ

یک بختِ اوج نذرِ سبک ساریِ اسد[1]
سر پر وبالِ سایۂ بالِ ہما نہ مانگ

●

ردیف ل

[2]بدر ہے آئینۂ طاقِ ہلال
غافلاں ! نقصاں سے پیدا ہے کمال

ہے بہ یادِ زلفِ مشکیں سال و ماہ
روزِ روشن شامِ آلسوے خیال

۱- عرشی: ''نذرِ سبکباریِ اسد''۔

۲- حاشیے پر گیارہ ابیات کی یہ غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے :

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گل
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

آزادیِ نسیم مبارک کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دامِ ہوائے گل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

بسکہ ہے اصلِ دمیدن ہا غبار
ہے نہالِ شکوۂ ریحاں سفال
صافیِ رخسار سے ہنگامِ شب
عکسِ داغِ شب ہوا عارض پہ خال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا
اے وائے نالۂ لبِ خونیں نوائے گل

دیوانگاں کا چارہ فروغِ بہار ہے
ہے شاخِ گل میں پنجۂ خوباں بجائے گل

خوش حال اس حریفِ سیہ مست کا کہ جو
رکھتا ہو مثلِ سایۂ گل سر بپائے گل

ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہے نفسِ عطر سائے گل

مژگاں تلک رسائی لختِ جگر کہاں
اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے
مینائے بے شراب و دلِ بے ہوائے گل

سطوت سے تیرے جلوۂ حسنِ غیور کی
خوں ہے مری نگاہ میں رنگِ ادائے گل

تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک
بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل

غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو
جس کا خیال ہے گلِ جیبِ قبائے گل

[1] نور حیدر سے ہے اس کی روشنی
ورنہ ہے خورشید یک دستِ سوال
شورِ حشر اُس فتنہ قامت کے حضور
سایہ آسا ہو گیا ہے پائمال
ہو جو بلبل پیروِ فکرِ اسد
غنچۂ منقارِ گلُ ہو زیرِ بال

●

ہر عضو غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل
جوں زلفِ یار ہوں میں سراپا شکستہ دل
ہے سرنوشت میں رقمِ وا شکستگی
ہوں جوں خطِ شکستہ بہرجا شکستہ دل
امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں
ہے چشمِ اشک ریز سے دریا شکستہ دل
ناسازیِ نصیب و درشتیِ غم سے ہے
امید ناامید و تمنا شکستہ دل
ہے سنگِ ظلمِ چرخ سے میخانے میں اسد
صہبا فتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

۱۔ یہ مصرع یوں بدلا ہے :
نور سے تیرے ہے اس کی روشنی
اس اصلاح کا عالم یہ ہے کہ بجنسہٖ غالب کی تحریر معلوم ہوتی ہے ۔

●

ہوں بہ وحشت انتظار آوارۂ دشتِ خیال
اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشمِ غزال

ہے نفس پروردہ گلشن ، کس ہوائے بام کا
طوقِ قمری میں ہے سروِ باغ ریحانِ سفال

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخمِ دل پر رحم کر
آخر اس پردے میں تو ہنستی تھی اے صبحِ وصال

بیکسی افسردہ ہوں ، اے ناتوانی کیا کروں ؟
جلوۂ خورشید سے ہے گرم پہلوے ہلال

شکوہ درد و درد داغ ، اے بے وفا معذور رکھ
خوں بہاے یک جہاں امید ہے تیرا خیال

عرضِ دردِ بے وفائی وحشتِ اندیشہ ہے
خوں ہوا دل تا جگر ، یا رب زبانِ شکوہ لال

اُس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد
مالِ سُنّی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال

●

بہرِ عرضِ حالِ شبنم ، ہے رقم ایجاد گل
ظاہرا ہے اس چمن میں لالِ مادر زاد ، گل

گر کرے انجام کو آغاز ہی میں یاد گل
غنچے سے منقارِ بلبل وار ہو فریاد گل

گر بہ بزمِ باغ کھینچے نقشِ روے یار کو
شمع ساں ہو جائے قطِ خامۂ بہزاد ، گل

دستِ رنگیں سے جو رُخ پروا کرے زلفِ رسا
شاخِ گل میں ہو نہاں جوں شانہ در شمشاد گل

سعیِ عاشق ہے فروغ افزاے آبِ روے کار
ہے شرارِ تیشہ بہرِ تربتِ فرہاد ، گل

ہے تصور صافیِ قطعِ نظر از غیرِ یار
لختِ دل سے لاوے ہے شمعِ خیال آباد گل

گلشن آبادِ دلِ مجروح میں ہو جاے ہے
غنچۂ پیکانِ شاخِ ناوکِ صیاد گل

برقِ سامانِ نظر ہے جلوۂ بیباکِ حسن
شمعِ خلوت خانہ کیجے ، ہرچہ بادا باد گل

خاک ہے عرضِ بہارِ صد نگارستاں اسد
[1]آرزوئیں کرتی ہیں از خاطرِ آزاد گل

⁂

گرچہ ہے یک بیضۂ طاؤس آسا تنگ دل
ہے چمن سرمایۂ بالیدنِ صد رنگ دل

بے دلوں سے ہے تپش جوں خواہشِ آب از سراب
ہے غرور معلوم[2] اگر رکھتا نہ ہووے سنگ دل

۱- اس مصرع کی یوں اصلاح کی ہے (موٹا قلم ، شکستہ، بدخط) :
حسرتیں کرتی ہیں میری خاطرِ آزاد گل
۲- حاشیے پر اس لفظ کو ” موہوم “ لکھا ہے (موٹا قلم ، شکستہ بد خط) ۔

رشتۂ فہمیدِ ممسک ہے بہ بندِ کوتہی
عقدہ ساں ہے کیسۂ زر پر خیالِ تنگ دل

ہوں ز ہا افتادۂ اندازِ یادِ حسنِ سبز
کس قدر ہے نشہ فرسائے خمارِ بنگ دل

شوق ِبے پروا کے ہاتھوں مثلِ سازِ نادرست
کھینچتا ہے آج نالے خارجِ آہنگ دل

اے اسد خامش ہے طوطیِ شکر گفتارِ طبع
ظاہرا رکھتا ہے آئینہ اسیرِ زنگ دل

ردیف م

اثر کمندیِ فریادِ نارسا معلوم
غبارِ نالہ کمیں گاہِ مدعا معلوم

بقدرِ حوصلۂ عشق جلوہ ریزی ہے
وگرنہ خانۂ آئینہ کی فضا معلوم

بہ [illegible] حاصلِ دل بستگی فراہم کر
متاعِ خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

بہار در گروِ غنچہ شہر جولاں ہے
طلسمِ ناز بجز تنگیِ قبا معلوم

طلسمِ خاک کمیں گاہِ یک جہان سودا
بہ مرگ تکیۂ آسائشِ فنا معلوم
تکلف آئنۂ دوجہان مدارا ہے
سُراغِ یک نگہِ قہر آشنا معلوم
اسد فریفتۂ انتخابِ طرزِ جفا
وگرنہ دلبریِ وعدۂ وفا معلوم

●

ازانجا کہ حسرت کشِ یار ہیں ہم
رقیبِ تمنائے دیدار ہیں ہم
رسیدن گلِ باغِ واماندگی ہے
عبث محفل آرائے رفتار ہیں ہم
نفس ہو نہ معزولِ شعلہ درودن
کہ ضبطِ تپش سے شرر کار ہیں ہم
تغافل کمیں گاہِ وحشت شناسی
نگہبانِ دل ہائے اغیار ہیں ہم
تماشائے گلشن ، تمنائے چیدن
بہار آفرینا ! گنہگار ہیں ہم
نہ ذوقِ گریباں ، نہ پروائے داماں
نگہ آشنائے گل و خار ہیں ہم
اسد ! شکوہ کفر و دعا ناسپاسی
ہجومِ تمنا سے لاچار ہیں ہم

●

بسکہ ہیں بدمستِ بشکنِ بشکنِ میخانہ ہم
موے شیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیمانہ ہم

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک‌نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم

بسکہ ہریک موے زلف افشاں سے ہے تارِ شعاع
پنجۂ خورشید کو سمجھے ہیں دستِ شانہ ہم

[1] نقش بندِ خاک ہے موج از فروغ ماہتاب
سیل سے فرشِ کتاں کرتے ہیں تا ویرانہ ہم

مشقِ از خود رفتگی سے ہیں بہ گلزارِ خیال
آشنا تعبیرِ خوابِ سبزۂ بیگانہ ہم

فرطِ بیخوابی سے ہیں شبہاے ہجرِ یار میں
جوں زبانِ شمع داغِ گرمیِ افسانہ ہم

جانتے ہیں جوششِ سوداے زلفِ یار میں
سنبلِ بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم

بسکہ وہ چشم و چراغِ محفلِ اغیار ہے
چپکے چپکے جلتے ہیں جوں شمعِ ماتم‌خانہ ہم

۱- اس مصرع پر ''لا لا'' لکھا ہے اور حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں اس کے بجائے مصرع ذیل تحریر کیا ہے :
ہے فروغِ ماہ سے ہر موج یک تصویرِ خاک

[1] شام غم میں سوزِ عشقِ شمع رویاں سے اسد
جانتے ہیں سینۂ پر خوں کو زنداں خانہ ہم

●

جس دم کہ جادہ وار ہو تارِ نفس تمام
پیمائشِ زمینِ رہِ عمر بس تمام

کیا دے صدا کہ الفتِ گمگشتگاں سے آہ
ہے سرمہ گردِ رہ بہ گلوے جرس تمام

ڈرتا ہوں کوچہ گردیِ بازارِ عشق سے
ہیں خارِ راہ جوہرِ تیغِ عسس تمام

اے بالِ اضطراب کہاں تک فسردگی
یک پرزدن تپش میں ہے کارِ قفس تمام

گذرا جو آشیاں کا تصور بہ وقتِ بند
مژگانِ چشمِ دام ہوئے خار و خس تمام

کرنے نہ پائے ضعف سے شورِ جنوں اسد
اب کی بہار کا یونہی گزرا برس تمام

۱- اس مصرع کا آخری حصہ بعد میں ”سوزِ عشقِ آتشِ رخسار سے“ بدلا گیا ہے - حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ مقطع لکھا ہے :

دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد
جانتے ہیں سینۂ پرخوں کو زنداں خانہ ہم

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ ہم
شعلہ ہا نذرِ سمندر بلکہ آتش خانہ ہم

حسرتِ عرضِ تمنا یاں سے سمجھا چاہیے
دو جہاں حشرِ زبانِ خشک ہیں جوں شانہ ہم

کشتیِ عالم بہ طوفانِ تغافل دے کہ ہیں
عالمِ آبِ گدازِ جوہرِ افسانہ ہم

وحشتِ بے ربطی پیچ و خمِ ہستی نہ پوچھ
ننگِ بالیدن ہیں جوں موے سرِ دیوانہ ہم

باوجودِ یک جہاں ہنگامہ پر موہوم ہیں
ہیں چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

ردیف ن

[۱] خوش وحشتے کہ عرضِ جنونِ فنا کروں
جوں گردِ راہ، جامۂ ہستی قبا کروں

گر بعدِ مرگ وحشتِ دل کا گلہ کروں
موجِ غبار سے پرِ یک دشت وا کروں

۱- اس غزل کے حاشیے پر نو اشعار کی یہ غزل درج ہے (موڑ فلم، شکستہ خط):

وہ فراق اور وہ وصال کہاں
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

آ اے بہارِ ناز! کہ تیرے خرام سے
دستار گردِ شاخِ گلِ نقشِ پا کروں

خوش اوفتادگی کہ بہ صحرائے انتظار
جوں جادہ گردِ رہ سے نگہ سرمہ سا کروں

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیرِ چاک
درد اور یہ کمیں کہ رہِ نالہ وا کروں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فرصتِ کاروبارِ شوق کسے
ذوقِ نظارۂ جمال کہاں

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شورِ سودائے خط و خال کہاں

تھی وہ خوباں ہی کے تصور سے
اب وہ رعنائیِ خیال کہاں

ہم سے چھوٹا قمارخانۂ عشق
واں جو جائیں گرہ میں مال کہاں

فلکِ سفلہ بے محابا ہے
اس ستمگر کو انفعال کہاں

بوسے میں وہ مضائقہ نہ کرے
پر مجھے طاقتِ سوال کہاں

فکرِ دنیا میں سر کھپاتا ہے
میں کہاں اور یہ وبال کہاں

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ قلمی دیوان کے کاتب نے ساتویں شعر میں لفظ ''مضائقہ'' کو ''مضاعقہ'' لکھا ہے۔

وہ بے دماغِ منتِ اقبال ہوں کہ میں
وحشت بہ داغِ سایۂ بالِ ہما کروں

وہ التماسِ لذتِ بیداد ہوں کہ میں
تیغِ ستم کو پشتِ خمِ التجا کروں

وہ رازِ نالہ ہوں کہ بشرحِ نگاہِ عجز
افشاں غبارِ سرمہ سے فردِ صدا کروں

لوں وام بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش اسدؔ
لیکن یہ بیم ہے کہ کہاں سے ادا کروں

●

[1]غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

پرسشِ طرزِ دلبری کیجیے کیا کہ بن کہے
اس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر اشعار ذیل درج ہیں (موٹا قلم ، شکستہ خط) ۔ لطف یہ ہے کہ دوسرے شعر کا مصرع اول یوں شروع کیا ہے : ''رات سے غیر کیا بنی . . .''

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ چار شعر بہ ترتیب ذیل طبع ہوئے ہیں : ۲ ، ۳ ، ۴ ، ۱ :

گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
موج محیطِ آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

رات کے وقت مے پیے ، ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں

بزم میں اُس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھیے
اُس کی تو خامشی میں بھی ہے یہی مدعا کہ یوں

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشکِ فارسی
شعر اسد کے ایک دو پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

●

[1]آنسو کہوں کہ آہ سوارِ ہوا کہوں
ایسا عناں گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

اقبالِ کلفتِ دلِ بے مدعا رسا
اختر کو داغِ سایۂ بالِ ہما کہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیر سے رات کیا بنی ، یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا ، اور یہ دیکھنا کہ یوں
مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح
دیکھ کے میری بےخودی چلنے لگی ہوا کہ یوں
کب مجھے کوے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی
آئنہ دار بن گئی حیرتِ نقشِ پا کہ یوں

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں - موٹے قلم سے شکستہ مگر خوش خط لکھے ہوئے یہ شعر غالب کی تحریر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مضمونِ وصل ہاتھ نہ آیا مگر اسے
اب طائرِ پریدۂ رنگِ حنا کہوں

حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوے دل
ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہوں

دزدیدنِ دلِ ستم آمادہ ہے محال
مژگاں کہوں کہ جوہرِ تیغِ قضا کہوں

طرز آفرینِ نکتہ سرائیِ طبع ہے
آئینۂ خیال کو طوطی نما کہوں

غالب ہے رتبہ فہمِ تصور سے کچھ پرے
ہے عجزِ بندگی جو علی کو خدا کہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

معلوم ہوتے ہیں ۔ مفتی انوار الحق کے نسخے میں ترتیب اشعار قلمی دیوان کے اندراج کے مطابق نہیں ہے ۔ اشعار ذیل میں قلمی دیوان کے حاشیے کے اندراج کی ترتیب ملحوظ رہی ہے :

عہدے سے مدح ناز کے باہر نہ آ سکا
گر اک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہوں

ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ
ہے ہے خدا نہ کردہ تجھے بے وفا کہوں

میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش
تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہوں

●

ہم سے کھُل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن
ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

غرّۂ رفعت بنائے عالمِ امکاں نہ ہو
اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

نغمہ‌ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

دھول‌دھپّا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

●

طاؤس نمط داغ کے گر رنگ نکالوں
یک فردِ نسب نامۂ نیرنگ نکالوں

کُو تیزیِ رفتار کہ صحرا سے زمیں کو
جوں قمریِ بسمل تپش آہنگ نکالوں

دامانِ شفق طرفِ نقابِ مہِ نو سے[1]
ناخن کو جگر کاوی میں بیرنگ نکالوں

کیفیّتِ دیگر ہے فشارِ دل خونیں
یک غنچہ سے صد خُم مۓ گلرنگ نکالوں

۱- شیرانی و عرشی: ”ہے“ (”سے“ کے بجائے) -

پیمانۂ وسعت کدۂ شوق ہوں اے رشک
محفل سے مگر شمع کو دل تنگ نکالوں
گر ہو بلدِ شوق مری خاک کو وحشت
صحرا کو بھی گھر سے کئی فرسنگ نکالوں
فریاد اسد غفلتِ رسوائیِ دل سے
کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں

●

سودائے عشق سے دمِ سردِ کشیدہ ہوں
شامِ خیالِ زلف سے صبحِ دمیدہ ہوں
دورانِ سر سے گردشِ ساغر ہے متّصل
خمخانۂ جنوں میں دماغِ رسیدہ ہوں
کی متّصل ستارہ شماری میں عمر صرف
تسبیحِ اشک ہائے ز مژگاں چکیدہ ہوں
دیتا ہوں کشتگاں کو سخن سے سرِ تپش
مضرابِ تار ہائے گلوے بریدہ ہوں
ہے جنبشِ زباں بہ دہن سخت ناگوار
خوں نابۂ ہلاہلِ حسرت چشیدہ ہوں
جوں بوے گل ہوں گرچہ گرانبارِ مشتِ زر
لیکن اسد بہ وقتِ گزشتن جریدہ ہوں

●

کیا ضعف میں امید کو دل تنگ نکالوں
میں خار ہوں آتش میں چبھوں رنگ نکالوں

نے کوچۂ رسوائی و زنجیر پریشاں
اے نالہ میں کس پردے میں آہنگ نکالوں

یک نشوونما جا نہیں جولانِ ہوس کو
ہر چند بمقدارِ دلِ تنگ نکالوں

یک جلوۂ خورشید خریدارِ وفا ہو
جوں ذرۂ صد آئنہ بیرنگ نکالوں[1]

افسردۂ تمکیں ہے نفس گرمیِ احباب
پھر شیشے سے عطرِ شررِ سنگ نکالوں

ضعف آئنہ پردازیِ دستِ دگراں ہے
تصویر کے پردے میں مگر رنگ نکالوں

ہے غیرتِ الفت کہ اسد اس کی ادا پر
گر دیدہ و دل صلح کریں جنگ نکالوں

●

[2]خوں در جگر نہفتہ بہ زردی رسیدہ ہوں
خود آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں

۱- عرشی : ''جوں ذرّہ صد آئینۂ بیرنگ نکالوں''۔
۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں درج ہیں :

سر پر مرے وبالِ ہزار آرزو رہا
یارب میں کس غریب کا بختِ رمیدہ ہوں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہے دستِ رد بسیرِ جہاں بستنِ نظر
پائے ہوس بہ دامنِ مژگاں کشیدہ ہوں
میں چشمِ وا کشادہ و گلشن نظر فریب
لیکن عبث کہ شبنمِ خورشید دیدہ ہوں
تسلیم سے یہ نالۂ موزوں ہوا حصول
اے بے خبر! میں نغمۂ چنگِ خمیدہ ہوں
پیدا نہیں ہے اصلِ تگ و تازِ جستجو
مانندِ موجِ آب زبانِ بریدہ ہوں
میں بے ہنر کہ جوہرِ آئینہ تھا عبث
پائے نگاہِ خلق میں خارِ خلیدہ ہوں
میرا نیاز و عجز ہے مفتِ بتاں اسد
یعنی کہ بندۂ بہ درم ناخریدہ ہوں

◉

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں
کسو کو زخود رستہ کم دیکھتے ہیں
کہ آہو کو پابندِ رم دیکھتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہوں گرمیِ نشاط تصور سے نغمہ سنج
میں عندلیبِ گلشنِ نا آفریدہ ہوں

عرشی صاحب نے دوسرے شعر کو ''سودائے عشق سے دم سرد کشیدہ ہوں'' والی غزل کے حاشیے کا اندراج بتایا ہے جو درست نہیں۔

خطِ لختِ دل یک قلم دیکھتے ہیں
مژہ کو جواہر رقم دیکھتے ہیں
دل آشفتگاں خالِ کنجِ دہن کے
سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں
ترے سروِ قامت سے اک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں
تماشا کر اے محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں
سراغِ تفِ نالہ لے داغِ دل سے
کہ شب‌رو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
بنا کر فقیروں کا ہم بھیس **غالب**
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

●

جوں مردمکِ چشم سے ہوں جمع نگاہیں
خوابیدہ بہ حیرت کدۂ داغ ہیں آہیں
پھر حلقۂ کاکل میں پڑیں دید کی راہیں
جوں دود فراہم ہوئیں روزن میں نگاہیں
پایا سرِ ہر ذرّہ جگر گوشۂ وحشت
ہیں داغ سے معمور شقایق کی کلاہیں
کس دل پہ ہے عزمِ صفِ مژگانِ خود آرا
آئینے کی پایاب سے اتری ہیں سپاہیں

دیرو حرم آئینۂ تکرارِ تمنا
واماندگیِ شوق تراشے ہے پناہیں
یہ مطلع اسد جوہرِ افسونِ سخن ہو
گر عرضِ تپاکِ جگرِ سوختہ چاہیں

مطلع

حیرت کشِ یک جلوۂ معنی ہیں نگاہیں
کھینچوں ہوں سویدائے دلِ چشم سے آہیں

●

[1] بقدرِ لفظ و معنی فکرت احرامِ گریباں ہیں
وگرنہ کیجیے جو ذرہ عریاں ہم نمایاں ہیں
عروجِ نشۂ واماندگی پیمانہ محمل تر
برنگِ ریشۂ تاک آبلے جادے میں پنہاں ہیں

۱- (الف) اس غزل کے حاشیے پر (موٹا قلم ، شکستہ خط) یہ شعر درج ہے:
مگر آتش ہمارا کوکبِ اقبال چمکا دے
وگرنہ مثلِ خار خشک مردودِ گلستاں ہیں
(ب) اسی غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں حسب ذیل غزل درج ہے۔ یہ غزل مفتی انوار الحق کے نسخے میں صفحہ ۱۱۳ پر متن میں طبع ہوئی ہے:
مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

بہ وحشت گاہِ امکاں اتفاقِ چشم مشکل ہے
مہ و خورشید باہم سازِ یک خوابِ پریشاں ہیں

نہ انشا معنیِ مضموں نہ املا صورتِ موزوں
عنایت نامہائے اہلِ دنیا ہرزہ‌عنواں ہیں

طلسمِ آفرینش حلقۂ یک بزمِ ماتم ہے
زمانے کی شبِ یلدا سے موے سر پریشاں ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہ جہاں
جادۂ غیر از نگہِ دیدۂ تصویر نہیں
حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے
جادۂ راہِ وفا جز دمِ شمشیر نہیں
رنجِ نومیدیِ جاوید گوارا رہیو
خوش ہوں گر نالہ زبونی کشِ تاثیر نہیں
سر کھجاتا ہے جہاں زخمِ سر اچھا ہو جائے
لذتِ سنگ بہ اندازۂ تقریر نہیں
آئنہ دام کو پردے میں چھپاتا ہے عبث
کہ پری‌زادِ نظر قابلِ تسخیر نہیں
مثلِ گل زخم ہے میرا بھی سناں سے توام
تیرا ترکش ہی کچھ آبستنیِ تیر نہیں
جب کرم رخصتِ بے باکی و گستاخی دے
کوئی تقصیر بجز خجلتِ تقصیر نہیں
میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غالب
جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں

ریختے کا وہ ظہوری ہے، بقولِ ناسخ
”آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں“

یہ کس خورشید[1] کی تمثال کا ہے جلوہ سیابی
کہ مثلِ ذرہؑ ہائے خاک آئینے پر افشاں ہیں

اسد بزمِ تماشا میں تغافل پردہ داری ہے
اگر ڈھانپے تو آنکھیں ڈھانپ ہم تصویرِ عریاں ہیں

●

جائے کہ ہائے سیلِ بلا درمیاں نہیں
دیوانگاں کو واں ہوسِ خانماں نہیں

کس جرم سے ہے چشم تجھے حسرتِ قبول
برگِ حنا مگر مژۂ خوں فشاں نہیں

ہر رنگ گردش آئنہ ایجادِ درد ہے
اشکِ سحاب جز بوداعِ خزاں نہیں

جز عجز کیا کروں بہ تمنائے بے خودی
طاقت حریفِ سختیِ خوابِ گراں نہیں

عبرت سے پوچھ دردِ پریشانیِ نگاہ
یہ گردِ وہم جز بہ سرِ امتحاں نہیں

گل غنچگی میں غرقہؑ دریائے رنگ ہے
اے آگہی! فریبِ تماشا کہاں نہیں

برقِ بجانِ حوصلہ آتش فگن اسد
اے دل فسردہ طاقتِ ضبطِ فغاں نہیں

۱- مفتی انوار الحق کے نسخے میں بجائے " خورشید " کے لفظ " ناہید " طبع ہوا ہے - عرشی صاحب بھی فرماتے ہیں کہ قلمی نسخے میں ا"ناہید" ہے - یہ درست نہیں -

●

مرگِ شیریں ہوگئی تھی کوہکن کی فکر میں
تھا حریرِ سنگ سے قطعِ کفن کی فکر میں

فرصتِ یک چشمِ حیرت شش جہت آغوش ہے
ہوں سپند آسا وداعِ انجمن کی فکر میں

وہ غریبِ وحشت آبادِ تسلی ہوں جسے
کوچہ دے ہے زخمِ دل صبحِ وطن کی فکر میں

سایۂ گل داغ و جوشِ نکہتِ گل موجِ درد[1]
رنگ کی گرمی ہے تاراجِ چمن کی فکر میں

فالِ ہستی خارخارِ وحشتِ اندیشہ ہے
شوخیِ سوزن ہے ساماں پیرہن کی فکر میں

غفلتِ دیوانہ جز تمہیدِ آگاہی نہیں
مغزِ سر خوابِ پریشاں ہے سخن کی فکر میں

مجھ میں اور مجنوں میں وحشت سازِ دعویٰ ہے اسد
برگ برگِ بید ہے ناخن زدن کی فکر میں

●

[2]ہے ترحّم آفریں آرائشِ بیداد یاں
اشکِ چشمِ دام ہے پروانۂ صیّاد یاں

۱- عرشی : ”دود“ (بجائے ”درد“) -
۲- اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر تحریر کیے ہیں (موٹا قلم ،
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہے گدازِ موم اندازِ چکیدن ہاے خوں
نیشِ زنبورِ عسل ہے نشترِ فصّاد یاں

ناگوارا ہے ہمیں احسانِ صاحب دولتاں
ہے زرِ گل[1] سے نظر میں جوہرِ فولاد یاں

جنبشِ دل سے ہوئے ہیں عقدہ ہائے کار وا
کمتریں مزدورِ سنگیں دست ہے فرہاد یاں

قطرہ ہائے خونِ بسمل زیبِ داماں ہیں اسد
ہے تماشا کردنی گلچینیِ جلّاد یاں

❁

اے نوا سازِ تماشا سر بکف جلتا ہوں میں
اک طرف جلتا ہے دل اور اک طرف جلتا ہوں میں

شمع ہوں لیکن بہ پا در رفتہ خارِ جستجو
مدّعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
شکستہ خط) :

دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا
بارے اپنے دردِ دل کی ہم نے پائی داد یاں

ہے مری وحشت عدوے اعتبارات جہاں
مہر گردوں ہے چراغِ رہگزارِ باد یاں

۱- مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے نیز نسخۂ عرشی میں یہاں "سے" کے بجائے "بھی" ہے، مگر قلمی نسخے میں یہ مصرع بصورت بالا ہی درج ہے۔

ہے مساسِ دستِ افسوس آتش انگیزِ تپش
بے تکلف آپ پیدا کر کے تف جلتا ہوں میں

ہے تماشا گاہِ سوزِ تازہ ہر یک عضوِ تن
جوں چراغانِ دوالی صف بہ صف جلتا ہوں میں

شمع ہوں تو بزم میں جا پاؤں غالب کی طرح
بے محل اے مجلس آرائے نجف جلتا ہوں میں

●

فتادگی میں قدم استوار رکھتے ہیں
برنگِ جادہ سرِ کوئے یار رکھتے ہیں

برہنہ مستیِ صبحِ بہار رکھتے ہیں
جنونِ حسرتِ یک جامہ وار رکھتے ہیں

طلسمِ مستیِ دل آں سوئے ہجومِ سرشک
ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں

ہمیں حریرِ شرر بافِ سنگ خلعت ہے
یہ ایک پیرہنِ زرنگار رکھتے ہیں

نگاہِ دیدۂ نقشِ قدم ہے جادۂ راہ
گزشتگاں اثرِ انتظار رکھتے ہیں

ہوا ہے گریۂ بے باک ضبط سے تسبیح
ہزار دل پہ ہم اک اختیار رکھتے ہیں

بساطِ ہیچ کسی میں برنگِ ریگِ رواں
ہزار دل بہ وداعِ قرار رکھتے ہیں

جنونِ فرقتِ یارانِ رفتہ ہے غالب
بسانِ دشت دلِ پُر غبار رکھتے ہیں

●

تنِ[۱] بہ بندِ ہوس در نہ دادہ رکھتے ہیں
دلِ[۱] ز کارِ جہاں اوفتادہ رکھتے ہیں

تمیزِ زشتی و نیکی میں لاکھ باتیں ہیں
بہ عکسِ آئنہ یک فردِ سادہ رکھتے ہیں

برنگِ سایہ ہمیں بندگی میں ہے تسلیم
کہ داغِ دل بہ جبینِ کشادہ رکھتے ہیں

بہ زاہداں رگِ گردن ہے رشتۂ زنار
سرے[۱] بہ پاے بتے نا نہادہ رکھتے ہیں

معافِ بیہُدہ گوئی ہیں ناصحانِ عزیز
دلے بہ دستِ نگارے نہ دادہ رکھتے ہیں

برنگِ سبزہ عزیزانِ بدزباں یک‌دست
ہزار تیغ بہ زہراب دادہ رکھتے ہیں

زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں

۱۔ مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں (نیز نسخۂ عرشی میں) ان لفظوں کا اسلا اسی طرح ملتا ہے، مگر چوتھے اور پانچویں شعر کے مصرعِ ثانی میں ''سرے بہ پائے بتے . . .'' اور ''دلے بہ دستِ نگارے . . .'' آیا ہے۔

●

بہ غفلت عطرِ گل ہم آگہی مخمور ملتے ہیں
چراغانِ تماشا چشمِ صد ناسور ملتے ہیں

رہا کس جرم سے میں بے قرارِ داغ ہم طرحی
سمندر کو ہرِ پروانہ سے کافور ملتے ہیں

چمن نامحرمِ آگاہیِ دیدارِ خوباں ہے
سحر گلہائے نرگس چند چشمِ کور ملتے ہیں

کجا جوہر چہ عکسِ خط بتاں وقتِ خود آرائی
دلِ آئینہ زیرِ پائے خیلِ مور ملتے ہیں

تماشائے بہار آئینۂ پردازِ تسکیں ہے
کفِ گلبرگ سے پائے دلِ رنجور ملتے ہیں

گراں جانی سبک سار و تماشا بے دماغ آیا
کفِ افسوسِ فرصت سنگِ کوہِ طور ملتے ہیں

اسد حیرت کشِ یک داغِ مشک اندودہ ہے یارب
لباسِ شمع پر عطرِ شبِ دیجور ملتے ہیں

●

[1] سرشک آشفتہ سر تھا قطرہ زن مژگاں سے جانے میں
رہے یاں شوخیِ رفتار سے پا آستانے میں

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم ، شکستہ) :
قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشت قیس میں آنا
تعجب سے وہ بولا ، یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں

ہجومِ مژدۂ دیدار و پروازِ تماشا ہا
گلِ اقبالِ خس ہے چشمِ بلبل آشیانے میں
ہوئی یہ بے خودی چشم و زباں کو تیرے جلوے سے
کہ طوطی قفلِ زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے میں
ترے کوچے میں ہے مشّاطۂ واماندگی قاصد
پرِ پرواز زلفِ باز[1] ہے ہدہد کے شانے میں
کجا معزولیِ آئینہ کُو ترکِ خود آرائی
نمد در آب ہے اے سادہ پُرکار اس بہانے میں
بحکمِ عجز ابروئے مہِ نو حیرت ایما ہے
کہ یاں گم کر جبینِ سجدہ فرسا آستانے میں
دلِ نازک پہ اُس کے رحم آتا ہے مجھے غالب
نہ کر بے باک اس کافر کو الفت آزمانے میں

●

فزوں کی دوستوں نے حرصِ قاتل ذوقِ کشتن میں
ہوئے ہیں بخیہ ہائے زخم، جوہر تیغِ دشمن میں
تماشا کردنی ہے لطفِ زخمِ انتظار اے دل!
سویدا داغِ مرہم مردمک ہے چشمِ سوزن میں
دل و دین و خرد تاراجِ نازِ جلوہ پیرائی
ہوا ہے جوہرِ آئینہ خیلِ مور خرمن میں
ہوئی تقریبِ منعِ شوقِ دیدن خانہ ویرانی
کفِ سیلاب باقی ہے برنگِ پنبہ روزن میں

۱- شیرانی: "پرِ پروازِ زلفِ ناز..."

تکوہش مانعِ دیوانگی‌ہائے جنوں آئی
لگایا خندۂ ناصح نے بخیہ جیب و دامن میں
اسد زندانیِ تاثیرِ الفت ہائے خوباں ہوں
خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوق گردن میں

●

پاؤں میں جب وہ حنا باندھتے ہیں
میرے ہاتھوں کو جدا باندھتے ہیں
آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے ؟
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں
حسنِ افسردہ دلی‌ہا رنگیں
شوق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں
تیرے بیمار پہ ہیں فریادی
وہ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں
قید میں بھی ہے اسیری آزاد
چشمِ زنجیر کو وا باندھتے ہیں
شیخ جی کعبے کا جانا معلوم
آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں
کس کا دل زلف سے بھاگا کہ اسد
دستِ شانہ بہ‌قفا باندھتے ہیں

●

ہوئی ہیں آب شرمِ کوششِ بے جا سے تدبیریں
عرق ریزِ تپش ہیں موج کی مانند زنجیریں

خیالِ سادگی ہائے تصور نقشِ حیرت ہے
پرِ عنقا پہ رنگِ رفتہ سے کھینچی ہیں تصویریں
زبس ہر شمع یاں آئینۂ حیرت پرستی ہے
کرے ہیں غنچۂ منقارِ طوطی نقش کلگیریں
سپند آہنگیِ ہستی و سعیِ نالہ فرسائی
غبار آلودہ میں جوں دودِ شمعِ کشتہ تقریریں
درشتیِ تاملِ پنبۂ گوشِ حریفاں ہے
وگرنہ خواب کی مضمر ہیں افسانے میں تعبیریں
بتانِ شوخ کی تمکینِ بعد از قتل کی حیرت
بیاضِ دیدۂ نخچیر پر کھینچے ہے تصویریں
اسد طرزِ عروجِ اضطرابِ دل کو کیا کہیے
سمجھتا ہوں تپش کو الفتِ قاتل کی تاثیریں

⦿

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں
ہم بھی مضموں کی ہوا باندھتے ہیں
تیری فرصت کے مقابل اے عمر!
برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں
قیدِ ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں
نشۂ رنگ سے ہے واشدِ گل
مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں

غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

اہلِ تدبیر کی واماندگیاں
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

سادہ پُرکار ہیں خوباں کہ اسد
ہم سے پیمانِ وفا باندھتے ہیں

●

بے دماغی حیلہ جوے ترکِ تنہائی نہیں
ورنہ کیا موجِ نفس زنجیرِ رسوائی نہیں

وحشیِ خو کردۂ نظارہ ہے حیرت جسے
حلقۂ زنجیر جز چشمِ تماشائی نہیں

قطرے کو جوشِ عرق کرتا ہے دریا دستگاہ
جز حیا پرکارِ سعیِ بے سروپائی نہیں

چشمِ نرگس میں نمک بھرتی ہے شبنم سے بہار
فرصتِ نشو و نما سازِ شکیبائی نہیں

کس کودوں یا رب حسابِ سوزناکی ہائے دل
آمد و رفتِ نفس جز شعلہ پیمائی نہیں

[1]مت رکھ اے انجام غافل سازِ ہستی پر غرور
مور کے پر ہیں سر و برگِ خودآرائی نہیں

۱- اس شعر کے حاشیے پر ایک اصلاح (شکستہ، بد خط) درج ہے جو افسوس ہے کہ مجھ سے ٹھیک طرح پڑھی نہیں گئی۔ شاید

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سایۂ افتادگی بالین و بستر ہوں اسد
جوں صنوبر دل سراپا قامت آرائی نہیں

۱ ظاہرا سرپنجۂ افتادگاں گیرا نہیں
ورنہ کیا دامان کے حسرت پہ نقشِ پا نہیں

آنکھیں پتھرائی ہیں، نا محسوس ہے تارِ نگاہ
ہے زمیں از بسکہ سنگیں جادہ بھی پیدا نہیں

ہو چکے ہم جادہ ساں صد بار قطع و تا ہنوز
زینتِ یک پیرہن جوں دامنِ صحرا نہیں

ہو سکے ہے پردۂ جوشیدنِ خونِ جگر
اشک بعدِ ضبط غیر از پنبۂ مینا نہیں

ہو سکے کب کلفتِ دل مانعِ طوفانِ اشک
گردِ ساحل سنگِ راہِ جوششِ دریا نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

"مور کے پر" کے بجائے "چیونٹی کے پر" بنانے کی کوشش کی ہے - لیکن اب اپنے لکھے ہوئے اشارے کی بنا پر میرے لیے کوئی قطعی رائے قائم کرنا دشوار ہے -

۱- اس غزل کا مقطع جو مفتی انوار الحق کے نسخے کے متن میں طبع ہوا ہے، قلمی دیوان کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں درج ہے:

بسمل اس تیغِ دو دستی کا نہیں بچتا اسد
عافیت بیزار شغل کعبتین اچھا نہیں

ہے طلسمِ[1] دیر میں صد حشرِ پاداشِ عمل
آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہیں

●

ضبط سے مطلب بجز وارستگی دیگر نہیں
دامنِ تمثال آبِ آئنہ سے تر نہیں

ہوتے ہیں بے قدر در کنجِ وطن صاحب دلاں[2]
عزلت آبادِ صدف میں قیمتِ گوہر نہیں

باعثِ ایذا ہے برہم خوردنِ بزمِ سرور
لخت لختِ شیشۂ بشکستہ جز نشتر نہیں

واں سیاہی مردمک ہے اور یاں داغِ شراب
مہ حریفِ نازشِ ہم‌چشمیِ ساغر نہیں

ہے فلک بالا نشینِ فیضِ خم گردیدنی
عاجزی سے ظاہرا رتبہ کوئی برتر نہیں

۱- یہاں قلمی دیوان کے متن میں ''طلسم'' کے بجائے کچھ اور لفظ ہے - یوں : ''ہائے . . . دیر میں'' الخ - یہ لفظ بعد میں اس بری طرح کاٹ دیا ہے کہ پڑھا نہیں جاتا مگر شروع کا ''ہائے'' بدستور قائم رہا ہے -

۲- یہ مصرع متن میں پہلے یوں تھا :
''ہوتے ہیں بے قدر در کنج وطن صاحب دلاں
(مفتی انوار الحق کا نوٹ)

دل کو اظہارِ سخن اندازِ فتح الباب ہے
یاں صریرِ خامہ غیر از اصطکاکِ در نہیں
کب تلک پھیرے اسد لب ہائے تفتہ پر زباں
طاقتِ لب تشنگی اے ساقیِ کوثر نہیں

●

دیکھیے مت چشمِ کم سے سوئے ضبط افسردگاں
جوں صدف پُر دُر ہیں دنداں در جگر افشردگاں
گرمِ تکلیفِ دلِ رنجیدہ ہے از بسکہ چرخ
قرصِ کافوری ہے بہرِ جانِ سرما خوردگاں
رنجشِ دل یک جہاں ویراں کرے گی اے فلک
دشت ساماں ہے غبارِ خاطرِ افسردگاں
ہاتھ پر ہو ہاتھ تو درسِ تاسف ہی سہی
شوق مفتِ زندگی ہے اے بہ غفلت مُردگاں
خار سے گل سینہ افگارِ جفا ہے اے اسد !
برگ ریزی ہے پر افشانیِ ناوک خوردگاں

●

[1]صاف ہے ازبسکہ عکسِ گل سے گلزارِ چمن
جانشینِ جوہرِ آئینہ ہے خارِ چمن

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج ہے (موٹا قلم ، شکستہ) :
ہر شکالِ گریۂ عشاق دیکھا چاہیے
کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوارِ چمن

ہے نزاکت بسکہ فصلِ گل میں معمارِ چمن
قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن

تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار
جوہرِ آئینہ ہے یاں نقشِ احضارِ چمن

بسکہ پائی یار کی رنگیں ادائی سے شکست
ہے کلاہِ نازِ گل بر طاقِ دیوارِ چمن

الفتِ گل سے غلط ہے دعویِ وارستگی
سرو ہے با وصفِ آزادی گرفتارِ چمن

وقت ہے گر بلبلِ مسکیں زلیخائی کرے
یوسفِ گل جلوہ‌فرما ہے بہ بازارِ چمن

وحشت افزا گریہ ہا موقوفِ فصلِ گل اسد
چشمِ دریاریز ہے میزابِ سرکارِ چمن

ردیف و

اگر وہ آفتِ نظارہ جلوہ گستر ہو
ہلال ناخنکِ دیدہ ہائے اختر ہو

بہ یادِ قامت اگر ہو بلند آتشِ غم
ہر ایک داغِ جگر آفتابِ محشر ہو

ستم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا
اب اُس سے ربط کروں جو بہت ستمگر ہو

عجب نہیں ہئے تحریرِ حالِ گریۂ چشم
بروے آب جو ہر موج نقشِ مسطر ہو

امیدوار ہوں تاثیرِ تلخ کامی سے
کہ قندِ بوسۂ شیریں لباں مکرّر ہو
صدف کی ہے ترے نقشِ قدم میں کیفیّت
سرشکِ چشمِ اسد کیوں نہ اس میں گوہر ہو

●

بے درد سر بہ سجدۂ الفت فرو نہ ہو
جوں شمع غوطہ داغ میں کھا کر وضو نہ ہو
دل دے کفِ تغافلِ ابروے یار میں
آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو
زلفِ خیال نازک و اظہار بے قرار
یا رب بیان شانہ کشِ گفتگو نہ ہو
تمثالِ ناز جلوۂ نیرنگِ اعتبار
ہستی عدم ہے آئنہ گر روبرو نہ ہو
مژگاں خلیدۂ رگِ ابرِ بہار ہے
نشتر بہ مغزِ پنبۂ مینا فرو نہ ہو
عرضِ نشاطِ دید ہے مژگانِ انتظار
یارب کہ خارِ پیرہنِ آرزو نہ ہو
واں پر فشانِ دامِ نظر ہوں جہاں اسد
صبحِ بہار بھی قفسِ رنگ و بو نہ ہو

●

[1] حسد پیمانہ ہے دل عالمِ آبِ تماشا ہو
کہ چشمِ تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے وا ہو

بہم بالیدنِ سنگ و گلِ صحرا یہ چاہے ہے
کہ تارِ جادہ بھی کہسار کو زنارِ مینا ہو

۱- (ا) اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے:

وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو
چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو
ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ
ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیوں نہ ہو
پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا
یوں ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو
ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ
اپنے سے کھینچتا ہوں، خجالت ہی کیوں نہ ہو
ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو
ہنگامۂ زبونیِ ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے، عبرت ہی کیوں نہ ہو
وارستگی بہانۂ بیگانگی نہیں
اپنے سے کر، نہ غیر سے، وحشت ہی کیوں نہ ہو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حریفِ وحشتِ نازِ نسیمِ عشق جب آؤں
کہ مثلِ غنچہ سازِ یک گلستاں دل مہیا ہو

بجائے دانہ خرمن یک بیاباں بیضۂ قمری
مرا حاصل وہ نسخہ ہے کہ جس سے خاک پیدا ہو

کرے کیا سازِ بینش وہ تماشارنجِ[1] آگاہی
جسے موئے دماغِ بے خودیِ خوابِ زلیخا ہو

بہ قدرِ حسرتِ دل چاہیے عیشِ[2] معاصی بھی
بھروں یک گوشۂ دامن گر آبِ ہفت دریا ہو

دلِ چوں شمع بہرِ دعوتِ نظارہ لا ، یعنی
نگہ لبریزِ اشک و سینہ معمورِ تمنا ہو

اگر وہ سرو جاں بخشِ خرامِ اہتزاز آوے
کفِ ہر خاکِ گلشن شکلِ قمری نالہ فرسا ہو

نہ دیکھیں روئے یک دل سرد غیراز شمعِ کافوری
خدایا اس قدر بزمِ **اسد** گرمِ تماشا ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی
عمرِ عزیز صرفِ عبادت ہی کیوں نہ ہو
اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں **اسد**
اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

(ب) عرشی صاحب لکھتے ہیں کہ قلمی نسخے میں اس غزل کے مطلع کے مصرعِ اول میں ''حسد پیمانہ سے'' کے بجائے ''حسد پیمانہ ہے . . .'' لکھا ہے -

۱- متن میں ''تماشا رنج'' کاٹ کر ''شہید درد'' بنایا ہے -
۲- ''عیش'' کو کاٹ کر ''ذوق'' لکھا ہے -

◉

مبادا بے تکلف فصل کا برگ و نوا کم ہو
مگر طوفان ِ مے میں پیچش ِ موج ِ صبا گم ہو

سبب وارستگاں کو ننگ ِ ہمت ہے خداوندا
اثر سرمے سے اور لب ہائے عاشق سے صدا گم ہو

نہیں جز درد تسکین ِ نکوہش ہائے بے درداں
کہ موج ِ گریہ میں صد خندۂ دنداں نما گم ہو

ہوئی ہے ناتوانی بے دماغ ِ شوخی ِ مطلب
جبیں میں در لباس ِ سجدہ اے دست دعا گم ہو

تجھے ہم مفت دیویں یک جہاں چین ِ جبیں لیکن
مباد اے پیچ تاب ِ طبع نقش ِ مدّعا گم ہو

بلا گردان ِ تمکین ِ بتاں صد موجۂ گوہر
عرق بھی جن کے عارض پر بہ تکلیف ِ حیا گم ہو

اٹھاوے کب وہ جان ِ شرم تہمت قتل ِ عاشق کی
کہ جس کے ہاتھ میں مانند ِ خوں رنگ ِ حنا گم ہو

کریں خوباں جو سیر ِ حسن اسد یک پردہ نازک تر
دم ِ صبح ِ قیامت در گریبان ِ قبا گم ہو

◉

خشکی ِ مے نے تلف کی مے کدے کی آبرو
کاسۂ دریوزہ ہے پیمانۂ دست ِ سبو

بہر ِ جاں پروردن ِ یعقوب بال ِ خاک سے
وام لیتے ہیں پر ِ پرواز پیراہن کی بو

گردِ ساحل ہے نمِ شرمِ جبینِ آشنا
گر نہ باندھے قلزمِ الفت میں سر جائے کدو

گرمیِ شوقِ طلب ہے عین تاپاکِ وصال
غافلاں آئینہ‌داں ہے نقشِ پائے جستجو

رہن خاموشی میں ہے آرائشِ بزمِ وصال
ہے پرِ پروازِ رنگِ رفتہ خوں گفتگو

ہے تماشا حیرت آبادِ تغافل ہائے شوق
یک رگِ خواب و سراسر جوشِ خونِ آرزو

خوئے شرمِ سرد بازاری ہے سیلِ خانماں
ہے اسد نقصاں میں مفت اور صاحبِ سرمایہ تو

●

رنگِ طرب ہے صورتِ عہدِ وفا گرو
تھا کس قدر شکستہ کہ ہے جابجا گرو

پروازِ نقد دامِ تمنائے جلوہ تھا
طاؤس نے اک آئنہ خانہ رکھا گرو

عرضِ بساطِ انجمنِ رنگ مفت ہے
موجِ بہار رکھتی ہے اک بوریا گرو

ہر ذرّہ خاک عرضِ تمنائے رفتگاں
آئینہ ہا شکستہ و تمثال ہا گرو

ہے تاک میں سلم ہوسِ صد قدح شراب
تسبیحِ زاہداں بہ کفِ مدّعا گرو

برق آبیارِ فرصتِ رنگِ دمیدہ ہوں
جوں نخلِ شمع ریشے میں نشو و نما گرو

طاقت بساطِ دستگہِ یک قدم نہیں
جوں اشک جب تلک نہ رکھوں دست و پا گرو

ہے وحشتِ جنونِ بہار اس قدر کہ ہے
بالِ پری بہ شوخیِ موجِ صبا گرو

بے تابِ سیرِ دل ہے سرِ ناخنِ نگار
یاں نعل ہے بہ آتشِ رنگِ حنا گرو

ہوں سخت جانِ کاوشِ فکرِ سخن اسد
تیشے کی کوہسار میں ہے یک صدا گرو

●

ردیف ہ

رفتار سے شیرازۂ اجزائے قدم باندھ
اے آبلہ! محمل پئے صحرائے عدم باندھ

بے کاریِ تسلیم بہر رنگ چمن ہے
گر خاک ہو گلدستۂ صد نقشِ قدم باندھ

اے جادہ! بہ سر رشتۂ یک ریشہ دویدن
شیرازۂ صد آبلہ جوں سبحہ بہم باندھ

حیرت حدِ اقلیمِ تمنائے پری ہے
آئینہ بہ آئینِ گلستانِ ارم باندھ

بامردِ یک انداز نہیں قامتِ ہستی
طاقت اگر اعجاز کرے تہمتِ خم باندھ
دیباچۂ وحشت ہے اسد شکوۂ خوباں
خوں کر دلِ اندیشہ و مضمونِ ستم باندھ

خلق ہے صفحۂ عبرت سے سبق ناخواندہ
ورنہ ہے چرخ و زمیں یک ورقِ گردانده
[1]میکدے میں ز دل افسردگیِ بادہ کشاں
موجِ مے مثلِ خطِ جام ہے بر جا ماندہ
خواہشِ دل ہے زباں کو سببِ گفت و بیاں
ہے سخن گرد ز دامانِ ضمیر افشاندہ
کوئی آگاہ نہیں باطنِ ہم دیگر سے
ہے ہر اک فرد جہاں میں ورقِ ناخواندہ
حیف بے حاصلیِ اہلِ ریا پر غالب
یعنی ہیں ماندہ ز آں سو و ازیں سو راندہ

۱- حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ مصرع یوں بدلا ہے:
"دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسردہ کیا"
ظاہر ہے کہ اس اصلاح سے حسب ذیل تبدیلی مقصود ہے:
"دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسردگیاں"
جہاں املا کی اس قسم کی غلطیاں ملتی ہیں ، وہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا موٹے قلم کی اس شکستہ تحریر کو غالب کے ہاتھ سے منسوب کرنا ممکن ہے ؟

●

بسکہ مے پیتے ہیں اربابِ فنا پوشیدہ
خطِ پیمانۂ مے ہے نفسِ دزدیدہ

بہ غرورِ طرحِ قامت و رعنائیِ سرو
طوق ہے گردنِ قمری میں رگِ بالیدہ

کی ہے وا اہلِ جہاں نے بہ گلستانِ جہاں
چشمِ غفلت نظرِ شبنمِ خور نادیدہ

یاس آئینۂ پیدائیِ استغنا ہے
ناامیدی ہے پرستارِ دلِ رنجیدہ

واسطے فکرِ مضامینِ متیں کے غالب
چاہیے خاطرِ جمع و دلِ آرامیدہ

●

[1] جز دل سراغِ درد بدل خفتگاں نہ پوچھ
آئینہ عرض کر خط و خالِ بیاں نہ پوچھ

[2] پرواز یک تپِ غمِ تسخیرِ نالہ ہے
گرمیِ نبضِ خار و خسِ آشیاں نہ پوچھ

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج ہے (موٹا قلم ، شکستہ خط) :
ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غم کدہ
جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھ

۲- یہ غزل کا دوسرا شعر ہے - مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ کسی غلطی سے تیسرا شعر بن گیا ہے -

ہندوستان سایۂ گل پاۓ تخت تھا
سامانِ بادشاہیِ وصلِ بتاں نہ پوچھ

تو مشقِ ناز کر دلِ پروانہ ہے بہار
بے تابیِ تجلیِ آتش بجاں نہ پوچھ

غفلت متاع کفۂ میزانِ عدل ہیں[۱]
یا رب! حسابِ سختیِ خوابِ گراں نہ پوچھ

ہر داغِ تازہ یک دلِ داغ انتظار ہے
عرضِ فضاۓ سینۂ درد امتحاں نہ پوچھ

کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بہ سوزِ دل
دردِ جدائیِ اسد اللہ خاں نہ پوچھ

●

جوشِ دل ہے نشہ ہاۓ فطرتِ بیدل نہ پوچھ
قطرہ ہی میخانہ ہے دریاۓ بے ساحل نہ پوچھ

چین گشتن ہاۓ دل بزمِ نشاطِ گردباد
لذتِ عرضِ کشادِ عقدۂ مشکل نہ پوچھ

آبلہ پیمانۂ اندازۂ تشویش تھا
اے دماغِ نا رسا خمخانۂ منزل نہ پوچھ

نے صبا بالِ پری ، نے شعلہ سوداۓ جنوں
شمع سے جز عرضِ افسونِ گدازِ دل نہ پوچھ

۱- ''ہیں'' کو موٹے قلم سے کاٹ کر (متن میں) ''ہوں'' بنایا ہے -

یک مژہ برہم زدن حشرِ دو عالم فتنہ ہے
یاں سراغِ عافیت جز دیدۂ بسمل نہ پوچھ

بزم ہے یک پنبۂ مینا گدازِ ربط سے
عیش کر غافل حجابِ نشۂ محفل نہ پوچھ

تا تخلص جامۂ شنگرفی ارزانی اسد
شاعری جز سازِ درویشی نہیں حاصل نہ پوچھ

●

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ
خانۂ آگہی خراب، دل نہ سمجھ بلا سمجھ

ریگِ روان و مرتپش[1] درسِ تسلّیِ شعاع
آئنہ طور[2] اے خیال جلوے کو خوں بہا سمجھ

وحشتِ دردِ بیکسی بے اثر اس قدر نہیں
رشتۂ عمرِ خضر کو نالۂ نا رسا سمجھ

شوقِ عناں گسل اگر درسِ جنوں ہوس کرے
جادۂ سیرِ دوجہاں یک مژہ خوابِ پا سمجھ

گاہ بہ خلد امیدوار، گہ بہ جحیم بیم ناک
گرچہ خدا کی یاد ہے کلفتِ ماسوا سمجھ

اے بہ سرابِ حسنِ خلق تشنۂ سعیِ امتحاں
شوق کو منفعل نہ کر، ناز کو التجا سمجھ

۱- نسخۂ شیرانی وعرشی : ''ہرتپش'' (بجائے ''مرتپش'') -
۲- عرشی : ''توڑ'' (بجائے ''طور'') -

شوخیِ حسن و عشق ہے آئنہ‌دارِ ہمدگر
خار کو بے نیام جان، ہم کو برہنہ پا سمجھ
نغمۂ بیدلی اسد سازِ فسانگی نہیں
بسملِ دردِ خفتہ ہو گریۂ ماجرا سمجھ

●

از مہر تا بہ ذرّہ دل و دل ہے آئنہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئنہ
حیرت ہجوم لذتِ غلطانیِ تپش
سیماب بالش و کمرِ دل ہے آئنہ
غفلت بہ بالِ جوہرِ شمشیر پرفشاں
یاں پشت چشمِ شوخیِ قاتل ہے آئنہ
حیرت نگاہ‌برق تماشا بہارشوخ
در پردۂ ہوا پرِ بسمل ہے آئنہ
یاں رہ گئے ہیں ناخنِ تدبیر ٹوٹ کر
جوہر طلسمِ عقدۂ مشکل ہے آئنہ
ہم زانوئے تامّل و ہم جلوہ‌گاہِ گل
آئینہ‌بندِ خلوت و محفل ہے آئنہ
دل کارگاہِ فکر و اسد بے‌نوائے دل
یاں سنگِ آستانۂ بیدل ہے آئنہ

●

کلفتِ ربطِ این و آں غفلتِ مدّعا سمجھ
شوق کرے جو سرگراں محملِ خوابِ پا سمجھ

جلوہ نہیں ہے دردِ سر، آئنہ صندلی نہ کر
عکس کجا و کُو نظر، نقش کو مدّعا سمجھ

حیرت اگر خرام ہے، کارِ نگہ تمام ہے
گر کفِ دست بام ہے آئنے کو ہوا سمجھ

ہے خطِ عجزِ ما و تُو، اوّلِ درسِ آرزو
کہتے ہیں اہلِ گفتگو کچھ نہ سمجھ فنا سمجھ[1]

شیشہ شکست اعتبار، رنگ بہ گردش استوار
گر نہ مٹیں یہ کوہسار، آپ کو تو صدا سمجھ

نغمہ ہے محوِ ساز رہ نشہ ہے بے نیازِ رہ
رندِ تمام ناز رہ خلق کو پارسا سمجھ

چرخِ پہلوئے خیال رزقِ دو عالم احتمال
کل ہے جو وعدۂ وصال آج بھی اسے خدا سمجھ

نے سرو برگِ آرزو، نے رہ و رسمِ گفتگو
اے دل و جانِ خلق تو ہم کو بھی آشنا سمجھ

۱۔ اس مصرع کے پہلے تین لفظوں کے نیچے متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ اصلاح درج ہے: ''ہے یہ سیاق۔''

لغزشِ پا کو ہے بلد ، نغمۂ یاعلی‌مدد
ٹوٹے گر آئنہ اسد سبحے کو خوں بہا سمجھ

ردیف ی

دل ہی نہیں کہ منّتِ درباں اٹھائیے
کس کو وفا کا سلسلہ جنباں اٹھائیے

تا چند داغ بیٹھیے ، نقصان اٹھائیے
اب چار سوئے عشق سے دوکاں اٹھائیے

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے

ہستی فریب نامۂ موجِ سراب ہے
یک عمر نازِ شوخیِ عنواں اٹھائیے

ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق
یعنی ہنوز منّتِ طفلاں اٹھائیے

ضبطِ جنوں سے ہر سرِ مو ہے ترانہ خیز
یک نالہ بیٹھیے تو نیستاں اٹھائیے

طرزِ خراشِ نالہ مرشکِ نمک اثر
لطفِ کرم بدولتِ مہماں اٹھائیے

دیوار بارِ منّتِ مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احساں اٹھائیے

یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجیے
یا پردۂ تبسمِ پنہاں اٹھائیے
انگور سعیِ بے سر و پائی سے سبز ہے
غالب بدوشِ دل خُمِ مستاں اٹھائیے

●

[1] ہے بزمِ بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں حسب ذیل سات ابیات نقل ہوئے ہیں :

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے
بھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے
وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے
صاحب کے ہم نشیں کو کرامات چاہیے
عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے
دے داد اے فلک دلِ حسرت پرست کی
ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے
سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا
یک بار لگا دو خُمِ مے میرے لبوں سے
کیا پوچھے ہے بر خود غلطیہائے عزیزاں
خواری کو بھی اک عار ہے عالی نسبوں سے
رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس کے بعد اگلے صفحے کے حاشیے پر اسی خط میں ذیل کے تین شعر درج ہیں :

ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے
سر پائے خُم پہ چاہیے ہنگامِ بیخودی
رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے
یعنی بحسبِ گردشِ پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مستِ مئے ذات چاہیے

تیس برس پہلے کے جو اشارات مجھے اِس وقت میسر ہیں ، اُن میں یہ آخرالذکر تین شعر ترتیبِ بالا سے درج ہیں لیکن اول الذکر سات شعروں کے متعلق افسوس ہے کہ میں نے یہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھی ۔ صرف شعر ۲ کے متعلق یقین ہے کہ وہ اپنے صحیح مقام پر درج ہوا ہے ۔ چنانچہ اس دوسرے شعر نیز مطلع اور مقطع سے قطع نظر باقی چار شعروں کی ترتیب اُس وقت تک مشتبہ رہے گی جب تک ہندوستان کے احباب میں سے کوئی صاحب قلمی نسخے سے رجوع فرما کے اس مسئلے کو حل نہیں کر دیں گے ۔

تم کو رضا جوئیِ اغیار ہے لیکن
جاتی ہے ملاقات کب ایسے سببوں سے

بیدادِ وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہرچند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

مت پوچھ اسد غصہ[۱] کم فرصتیِ زیست
دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعبوں سے

●

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کھلے گا کس طرح مضموں مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہے اس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

لکدکوبِ حوادث سے نہ سر بر ہو سکی آخر
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

لپٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی

انھیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اٹھے تھے سیرِ گل کو ، دیکھنا شوخی بہانے کی

۱- قلمی نسخے میں یوں ہی ہے ، اگرچہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں کسی کارکن کی سہل انگاری کی وجہ سے ''غصہ'' کے بجائے ''وعدہ'' چھپ گیا ہے ۔ نسخۂ عرشی میں بھی ''وعدہ'' درج ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرشی صاحب نے یہاں مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے پر انحصار کیا ہے ۔

ہماری سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمہید جانے کی

کہوں کیا خوبیِ اوضاعِ ابنائے زماں غالب
بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

●

[۱] بساطِ عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی
سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن سر نگوں وہ بھی

رہے اس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف بر طرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

مئے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

مجھے معلوم ہے جو تو نے میرے حق میں سوچا ہے
کہیں ہو جائے جلد اے گردشِ گردونِ دوں وہ بھی

۱- چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر موٹے قلم سے بہ خط شکستہ میں درج ہیں:

خیالِ مرگ کب تسکیں دلِ آزردہ کو بخشے
مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی
نہ کرتا کاش نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزایشِ دردِ دروں وہ بھی
نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنے کا
کہ میری خواب بندی کے لیے ہوگا فسوں وہ بھی

نہ اتنا بُرِشِ تیغ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریائے بیتابی میں ہے یک[1] موجِ خوں وہ بھی

اسد ہے دل میں دردِ اشتیاق و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

●

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صور اسرافیل کی
ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

کی ہیں کس پانی سے یاں یعقوب نے آنکھیں سفید
ہے جو آبی پیرہن ہر موج رودِ نیل کی

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گردِ راہ
آج تنخواہِ شکستن ہے کُلہ جبریل کی

مدعا درپردہ یعنی جو کہوں باطل سمجھ
وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم انجیل کی

خیر خواہِ دید ہوں از بہرِ دفعِ چشم زخم
کھینچتا ہوں اپنی آنکھوں میں سلائی نیل کی

نالہ کھینچا ہے سراپا داغِ جرأت ہوں اسد
کیا سزا ہے میرے جرمِ آرزو تاویل کی

۱- قلمی نسخے کے متن میں ''یکموج'' لکھا ہے۔ (متداول نسخوں میں ''اک موج'' معروف و عام ہے)۔

●

کیا ہے ترکِ دنیا کاہلی سے
ہمیں حاصل نہیں بے حاصلی سے

خراجِ دیہہِ ویراں یک کفِ خاک
بیاباں خوش ہوں تیری عاملی سے

پرافشاں ہو گئے شعلے ہزاروں
رہے ہم داغ ، اپنی کاہلی سے

خدا یعنی پدر سے مہرباں تر
پھرے ہم در بدر ناقابلی سے

اسد قربانِ لطفِ جورِ **بیدل**
خبر لیتے ہیں ، لیکن بیدلی سے

●

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
دل جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی

کرتے ہو شکوہ کس کا ، تم اور بے وفائی
سر پیٹتے ہیں اپنا ، ہم اور نیک نامی

صد رنگ گل کترنا ، درپردہ قتل کرنا
تیغِ ادا نہیں ہے پابندِ بے نیامی

طرفِ سخن نہیں ہے مجھ سے خدا نکردہ
ہے نامہ بر کو اس سے دعوائے ہم کلامی

طاقت فسانۂ باد ، اندیشۂ شعلہ ایجاد
اے غم ہنوز آتش ، اے دل ہنوز خامی
ہرچند عمر گزری آزردگی میں لیکن
ہے شرحِ شوق کو بھی جوں شکوہ ناتمامی
ہے یاس میں اسد کو ساقی سے بھی فراغت
دریا سے خشک گزری مستوں کی تشنہ کامی

●

نگہ اس چشم کی افزوں کرے ہے ناتوانائی
پرِ بالش ہے وقتِ دید مژگانِ تماشائی
شکستِ قیمتِ دل آں سوئے عذرِ شناسائی
طلسمِ ناامیدی ہے خجالت گاہِ پیدائی
تحیّر ہے گریباں گیرِ ذوقِ جلوہ پیرائی
ملی ہے جوہرِ آئینہ کو جوں بخیہ گیرائی
پرِ طاوس ہے نیرنگِ داغِ حیرت انشائی
دو عالم دیدۂ بسمل چراغاں جلوہ پیمائی
شرارِ سنگ سے پا در حنا گلگونِ شیریں ہے
ہنوز اے تیشۂ فرہاد عرضِ آتشیں پائی
غرورِ دستِ رد نے شانہ توڑا فرقِ ہُدہُد پر
سلیمانی ہے ننگِ بے دماغانِ خود آرائی
جنوں افسردہ و جاں ناتوں اے جلوہ شوخی کر
گئی یک عمرِ خودداری بہ استقبالِ رعنائی

نگاہِ عبرت افسوں ، گہ برق و گہ مشعل ہے
ہوا ہر خلوت و جلوت سے حاصل ذوقِ تنہائی

خدایا! خوں ہو رنگِ امتیاز اور نالہ موزوں ہو
جنوں کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی

جنونِ بیکسی ساغر کشِ داغِ پلنگ آیا
شرر کیفیتِ مے ، سنگ عرضِ نازِ مینائی

خراباتِ جنوں میں ہے اسد وقتِ قدح نوشی
بعشقِ ساقیِ کوثر بہارِ بادہ پیمائی

●

کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے ○
جس میں کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرّے میں جان ہے

کی اس نے گرم سینۂ اہلِ ہوس میں جا
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

ہے بارے اعتمادِ وفاداری اس قدر
ہم بھی اسی میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوارِ یار میں
فرماں روائے کشورِ ہندوستان ہے

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت
بے چارہ چند روز کا یاں میہماں ہے

●

درد سے میرے ہے تجھ کو بیقراری ہائے ہائے
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ
تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے

شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
ختم ہے اُلفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے

گلفشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نہ پایا زخمِ کاری ہائے ہائے

خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ برشکال
ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال
ایک دل تِس پر یہ ناامیدواری ہائے ہائے

گر مصیبت تھی تو غربت میں اُٹھا لیتے اسد
میری دہلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

●

سرگشتگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے
تسکیں کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

لیتا نہیں مرے دلِ آوارہ کی خبر
اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

کیجے بیاں سرورِ تپِ غم کہاں تلک
ہر مو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے

پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہے وہ غرورِ حسن سے بیگانۂ وفا
ہر چند اُس کے پاس دلِ حق شناس ہے

کیا غم ہے اُس کو جس کا علی سا امام ہو
اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

●

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنا محال ہے

کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ
دل فردِ جمع و خرجِ زباں ہائے لال ہے

کس پردے میں ہے آئنہ پرداز اے خدا
رحمت کہ عذر خواہِ لبِ بے سوال ہے

ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی
اے ذوق، منفعل، یہ تجھے کیا خیال ہے

عالم بساطِ دعوتِ دیوانگی نہیں
دریا زمیں کو عرقِ انفعال ہے

مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان
نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

پہلو تہی نہ کر غم و اندوہ سے اسد[1]
دل وقفِ درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

●

نظر بہ نقصِ گدایاں کمالِ بے ادبی ہے
کہ خارِ خشک کو بھی دعوئ چمن نسبی ہے

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر یہ دوسرا مقطع لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط، شکستہ):

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

ہوا وصال سے شوقِ دلِ حریص زیادہ
لبِ قدح پہ کفِ بادہ جوشِ تشنہ لبی ہے

خوشا وہ دل کہ سراپا طلسمِ بے خبری ہو
جنون و یاس و الم رزقِ مدّعا طلبی ہے

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو
حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے

چمن میں کس کے یہ برہم ہوئی ہے بزمِ تماشا
کہ برگِ برگِ سمن شیشہ ریزۂ حلبی ہے

امامِ ظاہر و باطن، امیرِ صورت و معنی
علی ولی اسد اللہ جانشینِ نبی ہے

اسد یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے، نہ آہِ نیم شبی ہے

●

بسکہ زیرِ خاک با آبِ طراوت راہ ہے
ریشے سے ہر تخم کا دلو اندرونِ چاہ ہے

عکسِ گلہائے سمن سے چشمہ ہائے باغ میں
فلسِ ماہی آئنہ پردازِ داغِ ماہ ہے

واں سے ہے تکلیفِ عرضِ بیدماغیہائے دل
یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالۂ جانکاہ ہے

حسن و رعنائی میں وہمِ صد سر و گردن ہے فرق
سرو کے قامت پہ گل یک دامنِ کوتاہ ہے

رشک ہے آسایشِ اربابِ غفلت پر اسدؔ
پیچ و تابِ دل نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

●

[1] بسکہ چشم از انتظارِ خوش‌خطاں بے نور ہے
یک قلم شاخِ گلِ نرگس عصائے کور ہے
ہوں تصور ہائے ہمدوشی سے بد مستِ شراب
حیرتِ آغوشِ خوباں ساغرِ بلّور ہے

۱- (ا) اس مطلع کے بجائے حاشیے پر (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) یہ دوسرا مطلع درج ہے اور متن میں درج شدہ مطلع کے دونوں مصرعوں پر اسی خط میں ''لا - لا'' لکھا ہے :

بزمِ خوباں بسکہ جوشِ جلوہ سے پُر نور ہے
پشتِ دستِ عجز یاں ہر برگِ نخلِ طور ہے

(ب) اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) :

ہے زپا افتادگی نشہ پیمائی مجھے
بے سخن تبخالہ لب دانہ انگور ہے
آگ سے پانی میں بجھتے وقت اُٹھتی ہے صدا
ہر کوئی درماندگی میں نالے سے مجبور ہے
واں ہے تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسدؔ
یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالہ رنجور ہے

شعر نمبر ۱ اور شعر نمبر ۳ کے پہلے مصرعے بداہۃً ساقط الوزن ہیں - اس قسم کی کوتاہیوں کے باعث موٹے قلم کے بد خط محرر کی کور ذوقی ثابت ہوتی ہے اور یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ غالب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہے عجب مُردوں کو غفلت ہائے اہل دہر سے
سبزہ جوں انگشتِ حیرت در دہانِ گور ہے

حسرت آبادِ جہاں میں ہے الم غم آفریں
نوحہ گویا خانہ زادِ نالۂ رنجور ہے

کیا کروں غمہائے پنہاں لے گئے صبر و قرار
دزد گر ہو خانگی تو پاسباں مجبور[1] ہے

[2]ہو جہاں اورنگ آرا جانشینِ مصطفیٰؐ
واں اسد تختِ سلیماں نقشِ پائے مور ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
کی نہیں، کسی اور شخص کی تحریر ہے ۔ مفتی انوار الحق کے نسخے میں پہلے شعر کے مصرعِ اول کو یوں اصلاح دی گئی ہے :

ہے ز پاافتادگی ہی نشہ پیمائی مجھے

اور تیسرے شعر کے مصرع اول کو بطریق ذیل :

ہے وہاں تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسد

صورتِ اول میں مفتی صاحب کی اصلاح قبول کی جا سکتی ہے، لیکن دوسری صورت میں ''ہے تکلیف'' کے دونوں لفظ بد خط کاتب نے اس طرح ساتھ ساتھ لکھے ہیں کہ ان کے درمیان ''وہاں'' کا دخل بہ تکلف ہی ممکن ہے ۔

۱۔ عرشی : ''معذور'' (بجائے ''مجبور'') ۔

۲۔ اس مقطع کے دونوں مصرعوں میں حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''جس جگہ ہو مسند آرا'' اور ''اُس جگہ'' بنایا گیا ہے ۔ مفتی انوار الحق نے اس اصلاح کو اپنے مطبوعہ نسخے کے متن میں جگہ دی ہے ۔

●

[1]رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے
اِس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

ظاہر ہے طرزِ قید سے صیّاد کی غرض
جو دانہ دام میں ہے سو اشکِ کباب ہے

مینائے مے ہے سروِ نشاطِ بہار سے[2]
بالِ تدرو جلوۂ موجِ شراب ہے

بے چشمِ دل نہ کر ہوسِ سیرِ لالہ زار
یعنی یہ ہر ورقِ ورقِ انتخاب ہے

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے یہ دو شعر (بد خط، شکستہ) لکھے ہیں:

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا
نے بھاگنے کی گوں، نہ اقامت کی تاب ہے
جادادِ بادہ نوشی رنداں ہے شش جہت
غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرع کا املا بد خط شکستہ لکھنے والے نے یوں کیا ہے:

جانداد بادہ نوشئی زنداں ہے ششجہت

"جانداد" سے قطع نظر "زنداں" کا "زند" حاشیے میں بہت نمایاں ہے۔ اندریں حالات موٹے قلم کے شکستہ اندراجات کو غالب کی تحریر ماننا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ ۱۹۳۸ع کے لیے ہوئے اشارات مجھے یہ نہیں بتاتے کہ قلمی نسخے میں اس مصرع کی کیا صورت ہے۔ مطبوعہ نسخے میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

نظّارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا
جوشِ بہار جلوے کو جس کے نقاب ہے

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

گزرا اسد مسرتِ پیغامِ یار سے
قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

●

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے
صبحِ وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے

ہے پیچتابِ رشتۂ شمعِ سحر کبھی
خجلت گدازیِ نفسِ نارسا مجھے

واں رنگہا بہ پردۂ تدبیر ہیں ہنوز
یاں شعلۂ چراغ ہے برگِ حنا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
جو صورت ملتی ہے اُس نے مصرع کو بداہتہً مہمل بنا دیا ہے۔ میری رائے میں یہ مصرع دراصل یوں ہے:
مینائے مے ہے سروِ نشاطِ بہار سے
عرشی صاحب نے صورتِ ذیل کو ترجیح دی ہے:
مینائے مے ہے، سرو، نشاطِ بہار سے
نیز نسخۂ شیرانی میں بھی یہی صورت ہے۔

پرواز ہا نیازِ تماشائے حسنِ دوست
بالِ کشادہ ہے نگہِ آشنا مجھے

از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے
موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

تا چند پستیِ فطرتِ طبعِ آرزو
یا رب ملے بلندیِ دستِ دعا مجھے

یاں آب و دانہ موسمِ گل میں حرام ہے
زنارِ واگسستہ ہے موجِ صبا مجھے

یکبار امتحانِ ہوس بھی ضرور ہے
اے جوشِ عشق بادۂ مرد آزما مجھے

میں نے جنوں سے کی جو اسد التماسِ رنگ
خونِ جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے

●

اے خیالِ وصل نادر ہے مےآشامی تری
پختگی ہائے کبابِ دل ہوئی خامی تری

رچ گیا جوشِ صفائے زلف کا اعضا میں عکس
ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

برگریزی ہائے گل ہے وضعِ زر افشاندنی
باج لیتی ہے گلستاں سے گل اندامی تری

بسکہ ہے عبرت ادیبِ یاوگی ہائے ہوس
میرے کام آئی دلِ مایوس ناکامی تری

ہم نشینیِ رقیباں گرچہ ہے سامانِ رشک
لیکن اس سے ناگوارا تر ہے بدنامی تری

سر بزانوئے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی
اے اسد بےجا نہیں ہے غفلت آرامی تری

●

ربطِ تمیزِ اعیاں دُردِ مئے صدا ہے
اعمی کو سرمۂ چشم آوازِ آشنا ہے

موئے دماغِ وحشت سررشتۂ فنا ہے
شیرازۂ دو عالم یک آہِ نارسا ہے

دیوانگی ہے تجھ کو درسِ خرام دینا
موجِ بہار یکسر زنجیرِ نقشِ پا ہے

پروانے سے ہو شاید تسکینِ شعلۂ شمع
آسایشِ وفاہا بیتابیِ جفا ہے

اے اضطرابِ سرکش یک سجدہ وار تمکیں
میں بھی ہوں شمعِ کشتہ گر داغ خوں بہا ہے

نے حسرتِ تسلی، نے ذوقِ بے قراری
یک درد و صد دوا ہے یک دست و صد دعا ہے

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی
تا کوچہ دادنِ موج خمیازہ آشنا ہے

وحشت نہ کھینچ قاتل حیرت نفس ہے بسمل
جب نالہ خوں ہو، غافل! تاثیر کیا بلا ہے

بت خانے میں اسد بھی بندہ تھا گاہ گاہے
حضرت چلے حرم کو اب آپ کا خدا ہے

●

[۱]ضبط سے جوں مردمک اسپند اقامت گیر ہے
مجمرِ بزمِ فسردن دیدۂ نخچیر ہے

آشیاں بندِ بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل
یاں پرِ پروازِ رنگِ رفتہ بالِ تیر ہے

ہے جہاں فکرِ کشیدن ہائے نقشِ روئے یار
ماہتابِ ہالہ‌پیرا گردۂ تصویر ہے

وقتِ حسن افروزیِ زینت طرازاں جائے گل
از نہالِ شمع پیدا غنچۂ گلگیر ہے

گریے سے بندِ محبت میں ہوئی نام آوری
لختِ لختِ دل مکینِ خانۂ زنجیر ہے

۱- اس غزل کے شروع میں حاشیے پر "فوجدار محمد خاں بہادر" کی ۱۲۴۸ھ کی مہر لگی ہے۔

ریزشِ خوں ہے سراسر[1] جرعہ نوشی ہائے یار
یاں گلوئے شیشہ مے قبضہ شمشیر ہے

جوں بہ‌شامِ غم چراغِ خلوتِ دل تھا اسد
وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

●

کر یاس سر نہ کھینچے تنگی عجب فضا ہے
وسعت گہِ تمنا یک بام[2] و صد ہوا ہے

برہمزنِ دو عالم تکلیفِ یک صدا ہے
مینا شکستگاں کو کہسار خوں بہا ہے

فکرِ سخن یک انشا زندانیِ خموشی
دودِ چراغ گویا زنجیرِ بے صدا ہے

موزونیِ دو عالم قربانِ سازِ یک درد
مصراعِ نالہ نے سکتہ ہزاز جا ہے

درسِ خرام تا کے خمیازۂ روانی
اس موجِ مے کو غافل پیمانہ نقشِ پا ہے

۱- ''سراسر'' پر ''لا'' لکھ کر ''ہے'' سے پہلے لفظ ''وفا'' کا اضافہ کیا ہے - اس طرح مصرع کی صورت بعد از ترمیم یوں ہو گئی ہے :

ریزشِ خونِ وفا ہے جرعہ نوشی ہائے یار

۲- مطبوعہ نسخے میں کاتب نے شاید غلطی سے ''نام'' درج کیا ہے -

گردش میں لا تجلی ، صد ساغرِ تسلی
چشمِ تحیرآغوش مخمورِ ہر ادا ہے

یک برگِ بے نوائی صد دعوتِ نیستاں
طوفانِ نالۂ دل تا موجِ بوریا ہے

اے غنچۂ تمنا یعنی کفِ نگاریں
دل دے تو ہم بتا دیں مٹھی میں تیری کیا ہے

ہر نالۂ اسد ہے مضمونِ داد خواہی
یعنی سخن کو کاغذ احرامِ مدعا ہے

●

ذوقِ بے پروا خرابِ وحشتِ تسخیر ہے
آئنہ خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

ذرہ دے مجنوں کے کس کس داغ کو عرضِ سواد
ہر بیاباں یک بیاباں حسرتِ تعمیر ہے

میکشِ مضموں کو حسنِ ربطِ خط کیا چاہیے
لغزشِ رفتارِ خامہ مستیِ تحریر ہے

خانمانِ جبریانِ غفلتِ معنی خراب
بے ہوئے ہم بے گنہ رحمت کی کیا تقصیر ہے

چاہیے گر جنت جز آدم وارثِ آدم نہیں
شوخیِ ایمانِ زاہد سستیِ تدبیر ہے

شب دراز و آتشِ دل تیز یعنی مثلِ شمع
مہ ز سر تا ناخنِ پا رزقِ یک شبگیر ہے

آب ہو جاتے ہیں ننگِ ہمتِ باطل سے مرد
اشک پیدا کر اسد گر آہ بے تاثیر ہے

●

[1]یہ سر نوشت میں میری ہے اشک افشانی
کہ موجِ آب ہے ہر ایک چینِ پیشانی

جنونِ وحشتِ ہستی یہ عام ہے کہ بہار
رکھے ہے کسوتِ طاؤس میں پر افشانی

لبِ نگار میں آئینہ دیکھ آبِ حیات
بہ گمرہیِ سکندر ہے محوِ حیرانی

نظر بہ غفلتِ اہلِ جہاں ، ہوا ظاہر
کہ عیدِ خلق بہ حیراں ہے چشمِ قربانی[2]

کہوں وہ مصرعِ برجستہ وصفِ قامت میں
کہ سرو ہو نہ سکے اس کا مصرعِ ثانی

۱- اس غزل کے اوپر لفظ ''غلط'' لکھا ہے - (موٹا قلم ، شکستہ ، بد خط) -

۲- ''قلمی نسخے میں اس مصرع کا کوئی لفظ بہ سہوِ کاتب رہ گیا ہے کیونکہ متن میں یہ مصرع یوں درج ہے :
''کہ عید خلق یہ حیراں ہے قربانی''
جو کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا - میں نے جسارت کر کے ایک لفظ ''چشم'' بڑھا دیا ہے - اربابِ نظر اس جرأت کو معاف فرما کر خود تصحیح فرما لیں -'' (مفتی انوار الحق کا نوٹ) -

اسد نے کثرتِ دل ہائے خلق سے جانا
کہ زلفِ یار ہے مجموعۂ پریشانی

●

۱ بے خود ز بسکہ خاطرِ بے تاب ہو گئی
مژگانِ باز ماندہ رگِ خواب ہو گئی

موجِ تبسمِ لبِ آلودۂ مسی
میرے لیے تو تیغِ سیہ تاب ہو گئی

رخسارِ یار کی جو ہوئی جلوہ گستری
زلفِ سیاہ بھی شبِ مہتاب ہو گئی

بیدادِ انتظار کی طاقت نہ لا سکی
اے جانِ بر لب آمدہ بیتاب ہو گئی

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر دس ابیات کی یہ غزل تحریر ہے (موٹا قلم ، شکستہ ، بد خط) :

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی
ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

غالب ز بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک
آنسو کی بوند گوہرِ نایاب ہو گئی

●

ہر رنگِ سوز پردہٗ یک ساز ہے مجھے
بال سمندر آئنہٗ ناز ہے مجھے

طاؤسِ خاک حسنِ نظر باز ہے مجھے
ہر ذرّہ چشمکِ نگہِ ناز ہے مجھے

آغوشِ گل ہے آئنہٗ ذرّہ ذرّہ خاک
عرضِ بہار جوہرِ پرداز ہے مجھے

(بقیۂ حاشیۂ صفحہٗ گزشتہ)

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں، غفلت ہی سہی
عمر ہر چند کہ ہے برق خرام
دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی
ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں
نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلکِ نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خُو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی
یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

ہے بوئے گل غریبِ تسلی گہِ وطن
ہر جزوِ آشیاں پرِ پرواز ہے مجھے
ہے جلوۂ خیال سویدائے مردمک
جوں داغ شعلہ سر خطِ آغاز ہے مجھے
وحشت بہارِ نشہ و گل ساغرِ شراب
چشمِ پری شفق کدۂ راز ہے مجھے
فکرِ سخن بہانۂ پردازِ خامشی
دودِ چراغ سرمۂ آواز ہے مجھے
ہے خامہ فیضِ بیعتِ **بیدل** بہ کف **اسد**
یک نیستاں قلمروِ اعجاز ہے مجھے

کہوں کیا گرمجوشی میکشی میں شعلہ رویاں کی
کہ شمعِ خانۂ دل آتشِ مے سے فروزاں کی
[1] ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی مشقِ تیرہ روزی تھی
سیاہی ہے مرے ایام میں لوحِ دبستاں کی
دریغ آہِ سحرگہ کارِ بادِ صبح کرتی ہے
کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شمع رویاں کی

۱- اس شعر کے مقابل حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط، شکستہ):
سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شب‌ہائے ہجراں کی

مجھے اپنے جنوں کی بے تکلف پردہ داری تھی
ولیکن کیا کروں آوے جو رسوائی گریباں کی

ہنر پیدا کیا ہے میں نے حیرت آزمائی میں
کہ جوہر آئنے کا ہر پلک ہے چشمِ حیراں کی

خدایا کس قدر اہلِ نظر نے خاک چھانی ہے
کہ ہیں صد رخنہ جوں غربال دیواریں گلستاں کی

ہوا شرمِ تہیدستی سے وہ بھی سر نگوں آخر
بس اے زخمِ جگر اب دیکھ لی شورش نمک داں کی

بیادِ گرمیِ صحبت برنگِ شعلہ دہکے ہے
چھپاؤں کیونکہ غالب سوزشیں داغِ نمایاں کی

●

جنوں تہمت کشِ تسکیں نہ ہو، گو[1] شادمانی کی
نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذت زندگانی کی

کشاکش ہائے ہستی سے کرے کیا سعیِ آزادی
ہوئی زنجیر موجِ آب کو فرصت روانی کی

نہ کھینچ اے سعیِ دستِ نارسا زلفِ تمنا کو
پریشاں تر ہے موئے خامہ سے تدبیر مانی کی

کہاں ہم بھی رگ و پے رکھتے ہیں انصاف بہتر ہے
نہ کھینچے طاقتِ خمیازہ تہمت ناتوانی کی

۱- قلمی نسخے میں یہ لفظ ''گو'' ہی ہے، اگرچہ مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں متداول صورت ''گر'' اختیار کی گئی ہے۔

تکلف بر طرف فرہاد اور اتنی سبک‌دستی
خیال آساں تھا لیکن خوابِ خسرو نے گرانی کی

پس از مُردن بھی دیوانہ زیارت‌گاہِ طفلاں ہے
شرارِ سنگ نے تربت پہ میری گل فشانی کی

اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے
فقیری میں بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

⦿

[1] نکوہش ہے مزا فریادیِ بیدادِ دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

رگِ لیلیٰ کو خاکِ دشتِ مجنوں ریشگی بخشے
اگر بو دے بجائے دانہ دہقاں نوک نشتر کی

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجامِ خود آرائی
اگر پیدا نہ کرتا آئنہ زنجیر جوہر کی

۱- چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر حسبِ ذیل تین شعر لکھے ہیں (موٹا قلم ، بدخط ، شکستہ) :

مرا دل مانگتے ہیں عاریت اہلِ ہوس شاید
یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

کروں بیدادِ ذوقِ پرفشانی عرض کیا قدرت
کہ طاقت اڑ گئی اڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

کہاں تک روؤں اس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

پرِ پروانہ شاید بادبانِ کشتیِ مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دورِ ساغر کی

غرورِ لطفِ ساقی نشۂ بےباکیِ مستاں
نمِ دامانِ عصیاں ہے طراوت موجِ کوثر کی

اسد جز آب بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا
ڈبوتا چشمۂ حیواں میں گر کشتی سکندر کی

●

نگاہِ یار نے جب عرضِ تکلیفِ شرارت کی
دیا ابرو کو چھیڑ اور اُس نے فتنے کو اشارت کی

روانی موجِ مے کی گر خطِ جام آشنا ہووے
لکھے کیفیّت اس سطرِ تبسّم کی عبارت کی

شہِ گل نے کیا جب بندوبستِ گلشن آرائی
عصائے سبز دے نرگس کو دی خدمت نظارت کی

نہیں ریزش عرق کی اب اسے ذوبانِ اعضا ہے
تبِ خجلت نے کیا[1] نبضِ رگِ گل میں حرارت کی

ز بس نکلا غبارِ دل بہ وقتِ گریہ آنکھوں سے
اسد کھائے ہوئے سرمے نے آنکھوں میں بصارت کی

۱۔ متن میں ''کیا'' کے نیچے ''یہ'' لکھا ہے (موٹا قلم ، بدخط شکستہ) ۔ یہاں کسی لغزش قلم سے میرے اشارات ''یہ'' کو حاشیے کا اندراج بتاتے ہیں حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ''یہ'' کا لفظ ''کیا'' کے ''بالکل نیچے'' ہے۔

●

آ کہ مری جان کو قرار نہیں ہے
طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے

دیتے ہیں جنت حیاتِ دہر کے بدلے
نشّہ بہ اندازۂ خمار نہیں ہے

گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھ کو
ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے

ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر
خاک میں عشّاق کی غبار نہیں ہے

دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہائے معانی
غیرِ گل آئینۂ بہار نہیں ہے

قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے
وائے اگر عہد استوار نہیں ہے

تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے **غالب**
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

●

[1]خدایا! دل کہاں تک دن بصد رنج و تعب کاٹے
خمِ گیسو ہو شمشیرِ سیہ تاب اور شب کاٹے

۱- اس چھوٹی سی غزل کے حاشیے پر ایک پانچواں شعر درج ہے (موٹا قلم ، بدخط شکستہ) :

یقیں ہے آدمی کو دست گاہِ فقر حاصل ہو
دمِ تیغِ توکّل سے اگر پائے سبب کاٹے

کریں گر قدرِ اشکِ دیدۂ عاشق خود آرایاں
صدف دندانِ گوہر سے بہ‌حسرت اپنے لب کاٹے

دریغا وہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے
بہ قدرِ یک نفس جادہ بصد رنج و تعب کاٹے

اسد مجھ میں ہے اُس کے بوسۂ پا کی کہاں جرأت
کہ میں نے دست و پا باہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

●

ہوا جب حسن کم خط بر عذارِ سادہ آتا ہے
کہ بعد از صافِ مے ساغر میں دُردِ بادہ آتا ہے

نہیں ہے مزرعِ الفت میں حاصل غیرِ پامالی
نظر دانہ سرشکِ بر زمیں افتادہ آتا ہے

محیطِ دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے
کہ یاں ہر اک حباب آسا شکست آمادہ آتا ہے

دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں
متاعِ زندگانی‌ہا بہ غارت دادہ آتا ہے

اسد وارستگاں با وصفِ ساماں بے تعلق ہیں
صنوبر گلستاں میں با دلِ آزادہ آتا ہے

●

بہ فکرِ حیرتِ رم آئنہ پرداز زانو ہے
کہ مشکِ نافہ تمثالِ سوادِ چشمِ آہو ہے

ترحّم میں ستم کوشاں کے ہے سامانِ خونریزی
سرشکِ چشمِ یار آبِ دمِ شمشیرِ ابرو ہے

کرے ہے دست فرسودِ ہوس وہمِ توانائی
پرِ افشاندہ در کنجِ قفس تعویذِ بازو ہے

ہوا چرخِ خمیدہ ناتواں بارِ علائق سے
کہ ظاہر پنجۂ خورشید دستِ زیرِ پہلو ہے

اسد تا کے طبیعت طاقتِ ضبطِ الم لاوے
فغانِ دل بہ پہلو نالۂ بیمارِ بدخو ہے

●

[1] خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے
وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے

نفس بہ نالہ رقیب و نگہ بہ اشک عدو
زیادہ اُس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے

۱- اس غزل کے حاشیے پر یہ ساتواں شعر لکھا ہوا ملتا ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ):

نہ ہووے کیونکہ اُسے فرض قتلِ اہلِ وفا
لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

مفتی انوار الحق نے اس شعر کو متن میں جگہ دی ہے مگر اس کا اظہار نہیں کیا کہ یہ شعر حاشیے سے متن میں منتقل ہوا۔

[1] تپش سے شرم بقدرِ چکیدنِ عرقے
مباد حوصلہ معذورِ جستجو جانے

جنوں فسردۂ تمکیں ہے کاش عہدِ وفا
گدازِ حوصلہ کو پاسِ آبرو جانے

زباں سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم
مگر وہ خانہ‌برانداز گفتگو جانے

مسیحِ کشتۂ الفت بجز علی خاں ہے
کہ جو اسد تپشِ نبضِ آرزو جانے

●

دیکھ تری خوئے گرم دل بہ تپش رام ہے
طائرِ سیماب کو شعلہ رگِ دام ہے

شوخیِ چشمِ حبیب فتنۂ ایّام ہے
قسمتِ بختِ رقیب گردشِ صد جام ہے

جلوۂ بینش‌پناہ بخشے ہے ذوقِ نگاہ
کعبۂ پوشش سیاہ مردمک احرام ہے

کُو نفس و چہ غبار؟ جرأتِ عجز آشکار
در تپش آبادِ شوق سرمہ صدا نام ہے

۱۔ اس مصرع پر نشان ''ـــــ'' بنا ہے اور پھر حاشیے پر یہی نشان بنا کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں مصرعِ ذیل تحریر کیا ہے:

''بہ کسوتِ عرقِ شرم قطرہ زن ہے خیال''

غفلتِ افسردگی تہمتِ تمکیں نہ ہو
اے ہمہ خوابِ گراں حوصلہ بدنام ہے

بزمِ وداعِ نظر یاس طرب نامہ بر
فرصتِ رقصِ شرر بوسہ بہ پیغام ہے

گریہ طوفاں رکاب ، نالہ محشر عناں
بے سر و ساماں اسد فتنہ سرانجام ہے

●

[1]ہجومِ غم سے یاں تک سرنگونی مجھ کو حاصل ہے
کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے

ہوا ہے مانعِ عاشق نوازی نازِ خود بینی
تکلّف بر طرف ، آئینۂ تمئیز حائل ہے

بہ سیلِ اشک لختِ دل ہے دامن گیر مژگاں کا
غریقِ بحر جویاے خس و خاشاکِ ساحل ہے

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر
کہ چشمِ تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

نکلتی ہے تپش میں بسملوں کی ، برق کی شوخی
غرض اب تک خیالِ گرمیِ رفتارِ قاتل ہے

۱- چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم ، بد خط شکستہ) :

رفوئے زخم سے مطلب ہے لذّت زخمِ سوزن کی
سمجھیو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے

وہ گُل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب
چٹکنا غنچۂ گُل[1] کا صدائے خندۂ دل ہے

●

[2]ہم زباں آیا نظر فکرِ سخن میں تُو مجھے
مردمک ہے طوطیٔ آئینۂ زانو مجھے
[3]یادِ مژگاں میں بہ نشتر زارِ صحرائے خیال
چاہیے بہرِ تپش یک دست صد پہلو مجھے
خاکِ فرصت بر سرِ ذوقِ فنا اے انتظار
ہے غبارِ شیشۂ ساعت رمِ آہو مجھے

۱- مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں "غنچہ دل" ہے، جو بداہتہً سہوِ کاتب ہے۔

۲- قلمی نسخے میں اس غزل اور اس سے اگلی غزل (تشنۂ خون تماشا جو وہ پانی مانگے) کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں چھ ابیات کی وہ غزل درج ہے جس کا مطلع ہے:

باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے
کر دیا ہے پا بہ زنجیرِ رمِ آہو مجھے

لیکن چونکہ یہی غزل آگے چل کر متن میں موجود ہے، اس لیے باقی شعر یہاں حاشیے میں نہیں دیے جا رہے ہیں۔

۳- یہ شعر قلمی نسخے کے متن میں یوں بدلا گیا ہے:

یادِ مژگاں میں بہ نشتر زار سودائے خیال
چاہیے وقتِ تپش یک دست صد پہلو مجھے

(یہ حاشیہ مفتی انوار الحق کے نسخے کے نوٹ مندرجہ صفحہ ۱۷۳ پر مبنی ہے)۔

اضطرابِ عمر بے مطلب نہیں آخر کہ ہے
جستجوے فرصتِ ربطِ سرِ زانو مجھے

چاہیے درمانِ ریشِ دل بھی تیغِ یار سے
مرہمِ زنگار ہے وہ وسمۂ ابرو مجھے

کثرتِ جور و ستم سے ہو گیا ہوں بے دماغ
[1] خوب رویوں نے بنایا ہے اسد بدخو مجھے

●

تشنۂ خونِ تماشا جو وہ پانی مانگے
آئنہ رخصتِ اندازِ روانی مانگے

رنگ نے گُل سے دمِ عرضِ پریشانیِ بزم
برگِ گُل ریزۂ مینا کی نشانی مانگے

زلف تحریرِ پریشانِ تقاضا ہے مگر
شانہ ساں مُو بہ زباں خامۂ مانی مانگے

آمدِ خط سے نہ کر خندۂ شیریں کہ مباد
چشمِ مور آئنۂ دل نگرانی مانگے

۱- اس مصرع میں ''ہے اسد'' کے لفظ کاٹ کر ''غالب'' لکھا گیا ہے اور مصرع کی صورت یوں ہو گئی ہے :

''خوبرویوں نے بنایا غالبِ بدخو مجھے''

ملاحظہ ہو مفتی انوار الحق کے نسخے میں صفحہ ۱۷۴ کے حاشیے کا نوٹ ۔

ہوں گرفتارِ کمیں گاہِ تغافل کہ جہاں
خوابِ صیّاد سے پرواز گرانی مانگے

چشمِ پرواز و نفس خفتہ مگر ضعفِ امید
شہپرِ کاہ پئے مژدہ رسانی مانگے

تو وہ بد خو کہ تحیّر کو تماشا جانے
دل وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

وحشتِ شورِ تماشا ہے کہ جوں نکہتِ گل
نمکِ زخمِ جگر بال فشانی مانگے

نقشِ نازِ بتِ طنّاز بہ آغوشِ رقیب
پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

وہ تپِ عشقِ تمنا ہے کہ جوں رشتۂ شمع
شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

گر ملے حضرتِ بیدل کا خطِ لوحِ مزار
اسد آئینۂ پردازِ معانی مانگے

●

[1]باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے
کر دیا ہے پا بہ زنجیرِ رمِ آہو مجھے

۱- اس سے پہلے (ایک صفحہ چھوڑ کر) یہی غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں حاشیے پر درج ملتی ہے - اسی شکستہ خط میں اب یہاں متن میں اس غزل پر ''غلط - مکرر نوشتہ شد''

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

پا بہ دامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرا نورد
خارِ پا ہیں جوہرِ آئینۂ زانو مجھے

فرصتِ آرام غش ، ہستی ہے بحرانِ عدم
ہے شکستِ رنگِ امکاں گردشِ پہلو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت
ہے نگاہِ آشنا تیرا سرِ ہر مو مجھے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

لکھا ہے ۔

اس سلسلے میں مفتی انوارالحق کے اُس نوٹ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے اس سے ما قبل اسی زمین کی غزل (ہم زباں آیا نظر فکرِ سخن میں تو مجھے) کے حاشیے پر دیا ہے : ''قلمی دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل پہلے کہی گئی تھی ، پھر اس کے کچھ عرصے بعد اس طرح کی دوسری غزل کہی گئی جو آگے آتی ہے ۔ چنانچہ اس نسخے پر نظر ثانی کرتے وقت اس غزل کے حاشیے پر اسے غالباً غالب نے خود بڑھا دیا ۔ مگر چند صفحے بعد دیکھا تو وہ غزل پہلے ہی لکھی ہوئی موجود تھی اس لیے وہاں حاشیے پر یہ لکھ دیا کہ ''غلط ، مکرر نوشتہ شد ۔''

مفتی صاحب کا یہ بیان کہ چند صفحے بعد دیکھا تو وہ غزل پہلے ہی موجود تھی ، محل نظر ہے ۔ قلمی نسخے میں دونوں غزلوں کے درمیان صرف ایک غزل کا فاصلہ ہے ۔ اسی طرح میرے قلم بند کیے ہوئے اشارات بتاتے ہیں کہ اس دوسری غزل پر متن میں (نہ کہ حاشیے پر) ''غلط ، مکرر نوشتہ شد'' لکھا ہے ۔

ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

سازِ ایمائے فنا ہے عالمِ پیری اسد
قامتِ خم سے ہے حاصل شوخیِ ابرو مجھے

●

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

خار خارِ المِ حسرتِ دیدار تو ہے
شوق گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی

مے پرستاں خُمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے
ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی

نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغِ صحرا
گر نہیں شمعِ سیہ خانۂ لیلی نہ سہی

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی ، نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستایش کی تمنا ، نہ صلے کی پروا
نہ ہوئے گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی[1]

۱- مصرع کی یہ صورت مفتی انوارالحق کے نسخے کے اندراج کے مطابق نہیں ہے - مفتی صاحب نے مصرع اُسی طرح لکھا ہے
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو
نہ ہوئی غالب اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

●

دلِ بیمارِ ازخودرفتہ تصویرِ نہالی ہے
کہ مژگاں ریشہ دارِ نیستانِ شیرِ قالی ہے

سرورِ نشّۂ گردش اگر کیفیّت افزا ہو
نہاں ہر گردبادِ دشت میں جامِ سفالی ہے

عروجِ نشّہ ہے سر تا قدم قدِ چمن رویاں
بجائے خود وگرنہ سرو بوی مینائے خالی ہے

ہوا آئینہ جامِ بادہ عکسِ روئے گلگوں سے
نشانِ خالِ رخ داغِ شرابِ پرتگالیؔ ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

جس طرح دیوان کے اکثر متداول نسخوں میں ملتا ہے - تاہم مفتی صاحب نے اپنے مطبوعہ نسخے کے صفحہ ١٧٦ پر جو نوٹ لکھا ہے - اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قلمی نسخے کے متن میں یہ مصرع اسی صورت میں درج ہے جو میں نے اوپر اختیار کی ہے - اس کے ساتھ ہی مفتی صاحب کا بیان ہے کہ قلمی نسخے کے حاشیے پر یہ اصلاح موجود ہے :

"گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی"

میرے اپنے اشارات میں اس قسم کی کوئی یاد داشت نہیں ملتی - معلوم ہوتا ہے کہ میں نے مطبوعہ نسخے کے مذکورۂ بالا نوٹ کی تصریحات پر اکتفا کیا -

بہ پائے خامۂ مو طے رہِ وصفِ کمر کیجے
کہ تارِ جادۂ سر منزلِ نازک خیالی ہے
اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرایش
لباسِ نظم میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

●

نشۂ مے بے چمن دودِ چراغِ کشتہ ہے
جام ، داغِ شعلہ اندودِ چراغِ کشتہ ہے
رحم کر ظالم کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے
نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہے
داغِ ہمدیگر ہیں اہلِ باغ گر گُل ہو شہید
لالہ چشمِ حسرت آلودِ چراغِ کشتہ ہے
شور ہے کس بزم کی عرضِ جراحت خانہ کا
صبح یک زخمِ نمک سودِ چراغِ کشتہ ہے
نامرادِ جلوہ ہر عالم میں حسرت گُل کرے
لالہ داغِ شعلہ فرسودِ چراغِ کشتہ ہے
ہو جہاں تیرا دماغِ ناز مستِ بے خودی
خوابِ نازِ گل رخاں دودِ چراغِ کشتہ ہے
ہے دلِ افسردہ داغِ شوخیِ مطلب اسد
شعلہ آخر فالِ مقصودِ چراغِ کشتہ ہے

●

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجز عالی ہے
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

بتانِ شوخ کا دل سخت ہوگا کس قدر یارب
مری فریاد کو کہسار سازِ عجز مالی ہے

نشانِ بے قرارِ شوق جز مژگاں نہیں باقی
کٹی کانٹے ہیں اور پیراہنِ شکلِ نہالی ہے

جنوں کر اے چمن تحریرِ درسِ شغلِ تنہائی
نگاہِ شوق کو صحرا بھی دیوانِ غزالی ہے

سیہ مستی ہے اہلِ خاک کو ابرِ بہاری سے
زمیں کیفیّتِ یک جامِ لبریزِ سفالی ہے[1]

رہا آباد عالم اہلِ ہمّت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

اسد مت رکھ تعجب خر دماغی ہائے منعم کا
کہ یہ نامرد بھی شیر افگنِ میدانِ قالی ہے

●

کاوشِ دزدِ حنا پوشیدہ افسوں ہے مجھے
ناخنِ انگشتِ خوباں لعلِ واژوں ہے مجھے

۱- یہ مصرع موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے :
"زمیں جوشِ طرب سے جامِ لبریز سفالی ہے"

ریشۂ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیرِ خاک
خنجرِ جلّاد برگِ بیدِ مجنوں ہے مجھے
ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو مے کہ آج
آرزوے بوسۂ لب ہائے میگوں ہے مجھے
ہو گئے باہم دگر جوشِ پریشانی سے جمع
گردشِ جامِ تمنّا دورِ گردوں ہے مجھے
دیکھ لی جوشِ جوانی کی ترقیٔ بھی کہ اب
بدر کی مانند کاہش روز افزوں ہے مجھے
غنچگی ہے بر نفس پیچیدنِ فکر اے اسد
در شکفتن ہائے دل در رہنِ مضموں ہے مجھے

●

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے
ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے
واں کنگرِ استغنا ہردم ہے بلندی پر
یاں نالے کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے
آئینہ نفس سے بھی ہوتا ہے کدورت کش
عاشق کو غبارِ دل اک وجہِ صفائی ہے
از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے
داغوں کا نظر آنا خود چشم نمائی ہے

ہنگامِ تصوّر ہوں دریوزہ گرِ بوسہ
یہ کاسۂ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے
وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالب
صد جلوۂ آئینہ یک صبحِ جدائی ہے

●

[1] دلا ! عبث ہے تمنائے خاطر افروزی
کہ بوسۂ لبِ شیریں ہے اور گلو سوزی
طلسمِ آئنہ زانوے فکر ہے غافل
ہنوز حسن کو ہے سعیِ جلوہ اندوزی
ہوئی ہے سوزشِ دل بسکہ داغِ بے اثری
اگی ہے دودِ جگر سے شبِ سیہ روزی
بہ پرفشانیِ پروانۂ چراغِ مزار
کہ بعدِ مرگ بھی ہے لذتِ جگر سوزی
تپش تو کیا ، نہ ہوئی مشقِ پرفشانی بھی
رہا میں ضعف سے شرمندۂ نوآموزی
اسد ہمیشہ ہئے کفشِ پائے سیم تناں
شعاعِ مہر سے کرتا ہے چرخ زردوزی

۱- متن میں اس غزل کے اوپر موٹے قلم سے بدخط شکستہ میں "غلط" لکھا ہے -

◉

[1]محوِ آرامیدگی سامانِ بے تابی کرے
چشم میں توڑے نمک‌داں تا شکرخوابی کرے

آرزوئے خانہ آبادی نے ویراں تر کیا
کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

نغمہ ہا وابستۂ یک عقدۂ تارِ نفس
ناخنِ تیغِ بتاں شاید کہ مضرابی کرے

صبحدم وہ جلوہ ریزِ بےنقابی ہو اگر
رنگِ رخسارِ گلِ خورشید مہتابی کرے

زخم ہائے کہنۂ دل رکھتے ہیں جوں مردگی
اے خوشا گر آبِ تیغِ ناز تیزابی کرے

بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر
کیوں نہ دلّی میں ہر اک ناچیز نوّابی کرے

◉

یوں بعدِ ضبطِ اشک پھروں گرد یار کے
پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے

سیماب پشت گرمیِ آئینہ دے ہے، ہم
حیراں کیے ہوئے ہیں دلِ بے قرار کے

۱- اس غزل پر بھی بعینہ اُسی طرح "غلط" لکھا ہے جس طرح غزلِ ماسبق پر -

بعد از وداعِ یار بخوں در طپیدہ ہیں
نقشِ قدم ہیں ہم کفِ پائے نگار کے

ظاہر ہے ہم سے کلفتِ بختِ سیاہ روز
گویا کہ تختہ مشق ہیں خطِ غبار کے

حسرت سے دیکھ رہتے ہیں ہم آب و رنگِ گل
مانندِ شبنم اشک ہیں مژگانِ خار کے

آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

ہم مشقِ فکرِ وصل و غمِ ہجر سے اسد
لائق نہیں رہے ہیں غمِ روزگار کے

●

[1] بہ نقصِ ظاہری رنگِ کمالِ طبع پنہاں ہے
کہ بہرِ مدعائے دل زبانِ لال زنداں ہے

خموشی خانہ زادِ چشمِ بے پروانگاہاں ہے
غبارِ سرمہ یاں گردِ سوادِ سنبلستاں ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں یہ پانچ شعر لکھے ہیں:

غبارِ دشتِ وحشت سرمہ سازِ انتظار آیا
کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ راہِ مژگاں ہے
ز بس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محملِ تمنا کا
جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صفائے اشک میں داغِ جگر جلوہ دکھاتے ہیں
پرِ طاؤس گویا برقِ ابرِ چشمِ گریاں ہے
بہ بوئے زلفِ مشکیں یہ دماغ آشفتہ رم ہیں
کہ شاخِ آہواں دودِ چراغ آسا پریشاں ہے
تکلف بر طرف ہے جانستاں تر لطفِ بد خویاں
نگاہِ بے حجابِ یار تیغِ تیزِ عریاں ہے
اسد یہ فرطِ غم نے کی تلف کیفیّتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

(۱)

عاشق نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے
فانوسِ شمع کو پرِ پروانہ چاہیے
ہے وصل ہجر عالمِ تمکین و ضبط میں
معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے
پیدا کریں دماغِ تماشائے سرو و گل
حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بد تر از چاکِ گریباں ہے
رہا بے قدر دل در پردۂ جوشِ ظہور آخر
گل و نرگس بہم آئینہ و اقلیم کوراں ہے
اسد بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ
اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

دیوانگاں ہیں حاملِ رازِ نہانِ عشق
اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیے

اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو ہاں
شوقِ فضول و جرأتِ رندانہ چاہیے

ساقی بہارِ موسمِ گل ہے سرور بخش
پیماں سے ہم گزر گئے ، پیمانہ چاہیے

جادہ[1] ہے طرزِ گفتگوئے یار ، اے اسد
یاں جز فسوں نہیں ، اگر افسانہ چاہیے

●

[2]جہاں زندانِ موجستانِ دلہائے پریشاں ہے
طلسمِ شش جہت یک حلقۂ گردابِ طوفاں ہے

نہیں ہے مُردنِ صاحبدلاں جز کسبِ جمعیّت
سویدا میں نفس مانندِ خط در نقطہ پنہاں ہے

غبارِ دشتِ وحشت سرمہ‌سازِ انتظار آیا
کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ راہِ مژگاں ہے

۱- عرشی: جادو (بجائے جادہ'') - مطبوعہ نسخے میں ''جادہ'' بداہتہً سہوِ کاتب ہے -

۲- اس غزل کے اوپر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ''مکرر نوشتہ شد'' لکھا ہے - وجہ شاید یہ ہے کہ ابیات ۳ ، ۴ ، ۶ ایک صفحہ پہلے (قلمی نسخے کے) حاشیے پر درج ہو چکے ہیں -

زبس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محمل تمنا کا
جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

نقابِ یار ہے غفلت نگاہی اہلِ بینش کی
مژہ پوشیدنی ہا پردۂ تصویرِ عریاں ہے

اسد بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ
اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

●

صبح سے معلوم آثارِ ظہورِ شام ہے
غافلاں آغازِ کار آئینۂ انجام ہے

بسکہ ہیں صیاد راہِ عشق میں صرفِ کمیں
جادۂ رہ سر بسر مژگانِ چشمِ دام ہے

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق
ہر بتِ خورشید طلعت آفتابِ بام ہے

مستعدِّ قتلِ یک عالم ہے جلّادِ فلک
کہکشاں موجِ شفق میں تیغِ خوں آشام ہے

کیا کمالِ عشق نقص آبادِ گیتی میں ملے
پختگی ہائے تصوّر یاں خیالِ خام ہے

ہو جہاں وہ ساقیِ خورشید رُو مجلس فروز
واں اسد تارِ شعاعِ مہر خطِّ جام ہے

●

[1]ہجومِ نالہ حیرت‌عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے
خموشی ریشۂ صدنیستاں سے خس بہ دنداں ہے

کجا مے، کُو عرق، سعیِ عروجِ نشۂ رنگیں تر
خطِ رخسارِ ساقی تا خطِ ساغر چراغاں ہے

رہا بے‌قدر دل در پردۂ جوشِ ظہور آخر
گل و نرگس بہم آئینہ و اقلیمِ کوراں ہے

تکلّف سازِ رسوائی ہے غافل شرمِ رعنائی
دلِ خوں‌گشتہ در دستِ حنا آلودہ عریاں ہے

تماشا سرخوشِ غفلت ہے باوصفِ حضورِ دل
ہنوز آئینہ خلوت گاہِ نازِ ربطِ مژگاں ہے

تکلف برطرف ذوقِ زلیخا جمع کر ورنہ
پریشاں خواب آغوشِ وداعِ یوسفستاں ہے

اسد جمعیّتِ دل در کنارِ بے‌خودی خوشتر
دوعالم آگہی سامانِ یک خوابِ پریشاں ہے

۱- اس غزل کے اوپر بھی موٹے قلم سے شکستہ خط میں "مکرر نوشتہ شد" لکھا ہے، حالانکہ اس کا صرف ایک شعر (۳) اسی زمین کی ایک سابق غزل کے حاشیے پر درج شدہ اشعار میں آیا ہے۔ (ملاحظہ حاشیہ ہو صفحہ ۲۲۴)

[1] اے خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستاں وا کرے
تار و پودِ فرشِ محفل پنبۂ مینا کرے

گر تبِ آسودۂ مژگاں تصرّف وا کرے
رشتۂ پا شوخیِ بالِ نفس پیدا کرے

گر دکھاؤں صفحۂ بے نقش رنگِ رفتہ کو
دستِ رد مسطرِ تبسم یک قلم انشا کرے

جو عزادارِ شہیدانِ نفس دزدیدہ ہو
نوحۂ ماتم بہ آوازِ پرِ عنقا کرے

صفحۂ گردابِ جوہر کو بنا ڈالے تنور
عکس گر طوفانیِ آئینۂ دریا کرے

یک درِ بر روئے رحمت بستہ دورِ شش جہت
نا امیدی ہے خیالِ خانہ ویراں کیا کرے

ناتوانی سے نہیں سر در گریبانی اسد
ہوں سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں حسب ذیل شعر لکھا ہے:

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادۂ گلفام گو برسا کرے

●

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ‌عریانی کرے
صبح کی مانند زخمِ دل گریبانی کرے

مے کدہ گر چشمِ مستِ یار سے پاوے شکست
موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِّ عارض سے لکھا ہے زلف کو اُلفت نے عہد
یک‌قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقتِ قہقہہ
کرمکِ شب‌تاب‌آسا مہ پرافشانی کرے

وقت اُس افتادہ کا خوش جو قناعت سے اسد
نقشِ پائے مور کو تختِ سلیمانی کرے

●

چشمِ خوباں مے فروشِ نشہ زارِ ناز ہے[1]
سرمہ گویا موجِ دُودِ شعلۂ آواز ہے

ہے صریرِ خامہ ریزشہائے استقبالِ ناز
نامہ خود پیغام کو بالِ پرِ پرواز[2] ہے

۱- متن میں پہلے اس مصرع کے حصۂ آخر کے اوپر ''خامشی میں بھی نوا پرداز ہے'' لکھا ہے اور پھر کاٹ دیا ہے۔
۲- عرشی: ''بال و پرِ پرواز''۔

سرنوشتِ اضطراب انجامیِ الفت نہ پوچھ
نالِ خامہ خار در پیراہنِ آغاز ہے

نالۂ دل نغمہ ریزاں ہے بہ مضرابِ خیال
رشتۂ پا یان نواسامانِ بندِ ساز ہے

شرم ہے طرزِ تلاشِ انتخابِ یک نگاہ
اضطرابِ چشمِ برپادوختہ غمّاز ہے

شوخیِ اظہار کو جز وحشتِ مجنوں اسد
بسکہ لیلائے سخن محمل نشینِ راز ہے

●

خوابِ جمعیّتِ مخمل ہے پریشان مجھ سے
رگِ بستر کو ملی شوخیِ مژگاں مجھ سے

غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بتاں
آرزو خانۂ آئینہ ہے ویراں مجھ سے

کنجِ تاریک و کمیں گیریِ اختر شمری
عینکِ چشم بنا روزنِ زنداں مجھ سے

اے تسلی ہوسِ وعدہ فریب افسوں ہے
ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بہ ساماں مجھ سے

بستنِ عہدِ محبت ہمہ نادانی تھا
چشمِ نکشودہ رہا عقدۂ پیماں مجھ سے

آتش افروزیِ یک شعلۂ ایما تجھ سے
چشمک آرائیِ صد شہرِ چراغاں مجھ سے

اے اسد! دسترسِ وصلِ تمنا معلوم
کاش ہو قدرتِ برچیدنِ داماں مجھ سے

●

بہارِ تعزیت آبادِ عشق ماتم ہے
کہ تیغِ یار ہلالِ مہِ محرم ہے
بہ رہنِ ضبط ہے آئینہ بندیِ گوہر
وگرنہ بحر میں ہر قطرہ چشمِ پُر نم ہے
چمن میں کون ہے طرز آفرینِ شیوۂ عشق
کہ گل ہے بلبلِ رنگین و بیضہ شبنم ہے
اگر نہ ہووے رگِ خواب صرفِ شیرازہ
تمام دفترِ ربطِ مزاج برہم ہے
اسد بہ نازکیِ طبعِ آرزو انصاف!
کہ ایک وہمِ ضعیف و غمِ دو عالم ہے

●

ہر قدم دوریِ منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے
درسِ عنوانِ تماشا بہ تغافل خوشتر
ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگاں مجھ سے
وحشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی میں
دُود کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے

اثرِ آبلہ کرتا ہے بیاباں روشن
جادہ جوں رشتۂ گوہر ہے چراغاں مجھ سے
بیکسی ہائے شبِ ہجر کی وحشت مت پوچھ
سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے
بے خودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو
پُر ہے سائے کی طرح میرا شبستاں مجھ سے
شوقِ دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے
جوں گلِ شمع ہو نظّارہ پریشاں مجھ سے
گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگیں تجھ سے
آئنہ داریِ یک دیدۂ حیراں مجھ سے
نگہِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد
ہے چراغاں خس و خاشاکِ گلستاں مجھ سے

●

عذارِ یار نظربندِ چشمِ گریاں ہے
عجب کہ پرتوِ خور شمعِ شبنمستاں ہے
زباں بہ کامِ خموشاں ز فرطِ تلخیِ ضبط
بہ رنگِ پستہ بہ زہراب دادہ پیکاں ہے
قبائے جلوہ فزائے لباسِ عریانی
بہ طرزِ گل رگِ جاں مجھ کو تارِ داماں ہے
لبِ گزیدۂ معشوق ہے دلِ افگار
نشانِ بُرشِ شمشیرِ زخمِ دنداں ہے

کشودِ غنچۂ دل ہا عجب نہ رکھ غافل
صباخرامیِ خوباں بہار ساماں ہے
فغاں کہ بہرِ شفائے حصولِ ناشدنی
دماغ نازکشِ منّتِ طبیباں ہے
اسد! جہاں کہ علی بر سر نوازش ہو
کشادِ عقدۂ دشوار کارِ آساں ہے

●

[1] بسکہ حیرت سے ز پا افتادۂ زنہار ہے
ناخنِ انگشت تبخالِ لبِ بیمار ہے
زلف سے شب درمیاں دادن نہیں ممکن دریغ
ورنہ صد محشر بہ رہنِ صافیِ رخسار ہے
در خیال آبادِ سودائے سرِ مژگانِ دوست
صد رگِ جاں جادہ آسا وقفِ نشتر زار ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر ذیل کے تین شعر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں لکھے ہوئے ہیں :

جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں
ہم نہیں جلتے ، نفس ہر چند آتشبار ہے
ہے وہی بد مستیِ ہر ذرّہ کا خود عذرخواہ
جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے
مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی
زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر
گردِ صحرائے حرم تا کوچۂ زنّار ہے

اے سرِ شوریدہ نازِ عشق و پاسِ آبرو
یک طرف سودا و یک سُو منّتِ دستار ہے

وصل میں دل انتظارِ طرفہ رکھتا ہے مگر
فتنہ تاراجِ تمنّا کے لیے درکار ہے

ایک جا حرفِ وفا لکّھا تھا سو بھی مٹ گیا
ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

خانماںہا پائمالِ شوخیِ دعوی اسد
سایۂ دیوار سیلابِ در و دیوار ہے

●

[1] تغافل مشربی سے ناتمامی بسکہ پیدا ہے
نگاہِ ناز چشمِ یار میں زنّارِ مینا ہے

۱- اس غزل کے حاشیے پر سات اشعار کی حسبِ ذیل غزل لکھی ہے (موٹا قلم ، بدخط شکستہ) - عجیب بات ہے کہ حاشیے کی غزل کے تیسرے شعر کے تقریباً سامنے متن کی مندرجہ غزل کا دوسرا شعر آتا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک ہی شعر حاشیے اور متن میں دوبارہ آمنے سامنے لکھا ہوا ہے - اس سے زیادہ عجیب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حاشیے کے ان اندراجات کے عین بالمقابل وہ صفحہ ہے جس کے متن میں اگلی سے اگلی غزل (اثر سوز محبت کا . . . الخ) درج ہے :

اثر سوزِ محبت کا قیامت بے محابا ہے
کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شرر کا ریشہ پیدا ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

تصرّف وحشیوں میں ہے تصوّر ہائے مجنوں کا
سوادِ چشمِ آہو عکسِ خالِ روئے لیلیٰ ہے

محبت طرزِ پیوندِ نہالِ دوستی جانے
دویدن ریشہ ساں مفتِ رگِ خوابِ زلیخا ہے

کیا یکسر گدازِ دل بہ نازِ جوششِ حسرت
سویدا نسخۂ تہہ بندیِ داغِ تمنا ہے

ہجومِ ریزشِ خوں کے سبب رنگ اڑ نہیں سکتا
حنائے پنجۂ صیاد مرغِ رشتہ بر پا ہے

(بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ)

بہ سعیِ غیر ہے قطعِ لباسِ خانہ ویرانی
کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ دامانِ صحرا ہے
تصرف وحشیوں میں ہے تصور ہائے مجنوں کا
سوادِ چشمِ آہو عکسِ خالِ روئے لیلیٰ ہے
خزاں کیا ، فصلِ گل کہتے ہیں کس کو ، کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں ، قفس ہے ، اور ماتم بال و پر کا ہے
تصور بہرِ تسکینِ طپیدن ہائے طفلِ دل
بہ باغِ رنگہائے رفتہ گلچینِ تماشا ہے
مجھے شب ہائے تاریکِ فراقِ شعلہ رویاں میں
چراغِ خانۂ دل سوزشِ داغِ تمنا ہے
ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں
ستمگر ! ناخدا ترس ! آشنا کش ! ماجرا کیا ہے ؟

[1] اسد گر نامِ والائے علی تعویذِ بازو ہے
غریقِ بحرِ خوں تمثال در آئینہ رہتا ہے

●

[2] شفق بہ‌دعوئ عاشق گواہِ رنگیں ہے
کہ ماہ دزدِ حنائے کفِ نگاریں ہے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ
خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچیں ہے

عیاں ہے پائے حنائی سے پرتوِ خورشید
رکاب روزنِ دیوارِ خانۂ زیں ہے

جبینِ صبحِ امیدِ فسانہ گویاں پر
درازئ رگِ خوابِ بتاں خطِ چیں ہے

۱- اس مقطع کے مصرع اول کا آخری لفظ متن میں ''ہے'' [نہ کہ ''ہو'' حسبِ نسخۂ مفتی انوار الحق] درج ہوا ہے - اسے متن ہی میں بدل کر خوش خط ''ہو'' بنا دیا ہے - اس سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ بعد میں اس مقطع پر ''لا - لا - لا'' لکھ دیا ہے اور اس کے بجائے اس غزل کے حاشیے پر لکھی ہوئی غزل کے مقطع کو یہاں منتقل کرنا چاہا ہے -

۲- مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ غزل چھٹے شعر پر ختم ہو جاتی ہے - مگر نسخۂ عرشی ظاہر کرتا ہے کہ قلمی دیوان میں حسب ذیل مشہور مقطع موجود ہے :

اسد ہے نزع میں چل بے وفا برائے خدا
مقامِ ترکِ حجاب و وداعِ تمکیں ہے

ہوا نشانِ سوادِ دیارِ حسن عیاں
کہ خط غبارِ زمیں خیز زلفِ مشکیں ہے
بجا ہے گر نہ سنے نالہ ہائے بلبلِ زار
کہ گوشِ گل نمِ شبنم سے پنبہ آگیں ہے

●

[1] اثر سوزِ محبت کا قیامت بے محابا ہے
کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شرر کا ریشہ پیدا ہے
نہاں ہے گوہرِ مقصود جیبِ خود شناسی میں
کہ یاں غوّاص ہے تمثال اور آئینہ دریا ہے

۱۔ اس غزل کے حاشیے پر حسبِ ذیل سات اشعار درج ہیں ۔ ان میں سے پانچ شعر ، یعنی پہلا ، تیسرا ، چوتھا ، پانچواں اور ساتواں ، چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچ کر کاٹ دیے گئے ہیں ، مگر ان کے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ۔ ان شعروں کے املا کی بعض خصوصیتیں قابل ذکر ہیں : دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں "مری" کو "میری" نیز "فضا" کو "فزا" ۔ اور دوسرے مصرع میں "اِسی" کو بالوضاحت "اوسی" لکھا ہے ۔ چوتھے شعر میں "نشاطِ دیدۂ بینا" کے بعد لفظ "ہے" غائب ہے ۔ پانچویں شعر کے مصرع ثانی میں قافیہ "وا" لکھا ہے مگر متن کی اگلی سے اگلی غزل کا پانچواں شعر دیکھیے تو یہ قافیہ "ہا" درج ہوا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے ۔ ان تصریحات کے بعد سات ابیات کی اس غزل کی نقل مطابقِ اصل پیش کی جاتی ہے :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

عزیزاں گرچہ بہلاتے ہیں ذکرِ وصل سے لیکن
مجھے افسونِ خواب افسانۂ خوابِ زلیخا ہے

تصورِ بہر تسکینِ طپیدن ہائے طفلِ دل
بہ باغِ رنگ ہائے رفتہ گلچینِ تماشا ہے

بہ سعیِ غیر ہے قطعِ لباسِ خانہ ویرانی
کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ دامانِ صحرا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

بہ بزم مے پرستی حسرت تکلیف بے جا ہے
کہ جام بادہ کف بر لب بہ تکلیف تقاضا ہے
میری ہستی فزائے حیرت آباد تمنا ہے
جسے کہتے ہیں نالہ وہ اوسی عالم کا عنقا ہے
نہ لائی شوخی اندیشہ تاب درد نومیدی
کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے
نشاط دیدۂ بینا کو خواب و چہ بیداری
بہم آوردہ مژگاں روئے بر روئے تماشا ہے
نسودے آبلوں میں گر سرشک دیدۂ نم سے
بجولاں گاہ نومیدی نگاہ عاجزاں وا ہے
وفائے دلبراں ہے اتفاق ورنہ اے ہمدم
اثر فریاد دلہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے
اسد یاس تمنا سے نہ رکھ امید آزادی
گداز ہر تمنا آبیار ہر تمنا ہے

۱- اس شعر کے مصرع اول پر اصلاحِ ذیل موئے قلم سے خوش خط شکستہ میں درج ہے:

عزیزو ذکرِ وصلِ غیر سے مجھ کو نہ بہلاؤ

مجھے شب ہائے تاریک ِ فراق ِ شعلہ رویاں میں
چراغ ِ خانۂ دل سوزش ِ داغ ِ تمنا ہے
ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں
ستمگر! نا خدا ترس! آشنا کش! ماجرا کیا ہے

⊕

جوہر ِ آئینہ ساں مژگاں بہ دل آسودہ ہے
قطرہ جو آنکھوں سے ٹپکا سو نگہ آلودہ ہے
دامگاہ ِ عجز میں سامان ِ آسایش کہاں
پر فشانی بھی فریب ِ خاطر ِ آسودہ ہے
اے ہوس عرض ِ بساط ِ ناز ِ مشتاق نہ مانگ
جوں پر ِ طاؤس چندیں داغ ِ مشک اندودہ ہے
ہے ریا کا رتبہ بالا تر تصور کردنی
تیرگی سے داغ کی مہ سیم ِ مس اندودہ ہے
کیا کہوں پرواز کی آوارگی کی کشمکش
عافیت سرمایۂ بال و پر ِ نکشودہ ہے
ہے سواد ِ خط پریشاں موئی ِ اہل ِ عزا
خامہ میرا شمع ِ قبر ِ کشتگاں کا دودہ ہے
جس طرف سے آئے ہیں ، آخر اُدھر ہی جائیں گے
مرگ سے وحشت نہ کر راہ ِ عدم پیمودہ ہے
پنبۂ مینائی ہی رکھ لو تم اپنے کان میں
مے پرستاں ناصح ِ بے صرفہ گو بیہودہ ہے

کثرتِ انشائے مضمونِ تحیّر سے اسد
ہر سرِ انگشت نوکِ خامہ فرسودہ ہے

●

[1] بہ بزمِ مے پرستی حسرتِ تکلیف بے جا ہے
کہ جامِ بادہ کف برلب بہ تکلیفِ تقاضا ہے
نشاطِ دیدۂ بینا ہے کُو خواب و چہ بیداری
بہم آوردہ مژگاں بوسۂ روئے تماشا ہے

۱- متن کی گزشتہ سے پیوستہ غزل کے حاشیے پر جو سات شعر درج ہیں ، اُن میں سے پانچ اشعار (نمبر ۱ ، نمبر ۳ ، نمبر ۴ ، نمبر ۵ ، نمبر ۷) اس غزل کے پانچ اشعار سے ملا کر پڑھنے چاہئیں -
(۱) اس غزل کا مطلع بجنسہ مذکورۂ بالا شعر نمبر ۱ ہے -
(۲) غزل کا دوسرا شعر مذکورۂ بالا پانچ اشعار میں نمبر ۴ ہے ، جہاں "بوسۂ روئے تماشا" کے بجائے "روئے بر روئے تماشا" درج ہوا ہے -
(۳) تیسرا شعر مذکورۂ بالا شعر نمبر ۳ سے اس حد تک مختلف ہے کہ یہاں اگرچہ "کفِ افسوس سودن" لکھا ہے مگر وہاں حاشیے پر "کفِ افسوس ملنا" درج ہوا ہے - ظاہر ہے کہ حاشیے کا یہ اندراج بعد کی اصلاح کی نقل ہے -
(۴) پانچواں شعر بجنسہٖ مذکورہ بالا شعر نمبر ۵ ہے ، بجز اس فرق کے کہ یہاں متن میں قافیہ "پا" ہے اور وہاں حاشیے میں قافیہ "وا" ہے ، جو ممکن ہے سہو کاتب ہو -
(۵) مقطع کا مصرع اول دونوں جگہ مشترک ہے مگر حاشیے کا اندراج "گداز ہر تمنا . . ." الخ - بعد کی اصلاح کی نقل معلوم ہوتا ہے -

نہ لائی شوخیِ اندیشہ تابِ دردِ نومیدی
کفِ افسوس سودن عہدِ تجدیدِ تمنا ہے
نگہ معمارِ حسرت ہا ، چہ آبادی ، چہ ویرانی
کہ مژگاں جس طرف وا ہو ، کفِ دامانِ صحرا ہے
نسودے آبلوں میں گر سرشکِ دیدۂ نم سے
بہ جولاں گاہِ نومیدی نگاہِ عاجزاں پا ہے
بہ سختی ہائے قیدِ زندگی معلوم آزادی
شرر در بندِ دامِ رشتۂ رگھائے خارا ہے
اسد یاسِ تمنا سے نہ رکھ امیدِ آزادی
گدازِ آرزو ہا آبیارِ آرزو ہا ہے

●

بہارِ پروردن سراسر لطف گستر سایہ ہے
پنجۂ مژگاں بہ طفلِ اشک دستِ دایہ ہے
فصلِ گل میں دیدۂ خونیں نگاہانِ جنوں
دولتِ نظارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے
شورشِ باطن سے یاں تک مجھ کو غفلت ہے کہ آہ
شیونِ دل یک سرودِ خانۂ ہمسایہ ہے
کیوں نہ تیغِ یار کو مشاطۂ الفت کہوں
زخم مثلِ گل سراپا کے مرے پیرایہ ہے
اے اسد آباد ہے مجھ سے جہانِ شاعری
خامہ میرا تختِ سلطانِ سخن کا پایہ ہے

●

چشمِ گریاں بسملِ شوقِ بہارِ دید ہے
اشک ریزی عرضِ بال افشانیِ امید ہے

دامنِ گردوں میں رہ جاتا ہے ہنگامِ وداع
گوہرِ شب تاب اشکِ دیدۂ خورشید ہے

رتبۂ تسلیمِ خلّت‌مشرباں عالی سمجھ
چشمِ قربانی گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے

کچھ نہیں حاصل تعلق میں بغیر از کشمکش
اے خوشا رندی[1] کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے

کثرتِ اندوہ سے حیران و مضطر ہے اسد
یا علی وقتِ عنایات و دمِ تائید ہے

●

فرصت آئینۂ صد رنگِ خود آرائی ہے
روز و شب یک کفِ افسوسِ تماشائی ہے

وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سر تا سرِ دل
بخیہ جوں جوہرِ تیغ آفتِ گیرائی ہے

شمع آسا چہ سرِ دعوی و کُو پائے ثبات
گلِ صد شعلہ بہ یک جیبِ شکیبائی ہے

نالہ خونیں ورق و دل گلِ مضمونِ شفق
چمن آرائے نفس وحشتِ تنہائی ہے

۱- عرشی : ”رندے“ ۔

بوئے گل فتنۂ بیدار و چمن جامۂ خواب
وصل بر رنگِ تپش کسوتِ رسوائی ہے
شرم طوفانِ خزاں رنگِ طرب گاہِ بہار
گلِ مہتاب بہ کف چشمِ تماشائی ہے
باغِ خاموشیِ دل سے سخنِ عشق اسد
نفسِ سوختہ رمزِ چمن ایمائی ہے

عیادت بسکہ تجھ سے گرمیِ بازارِ بستر ہے
فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے
بہ ذوقِ شوخیِ اعضا تکلّف بارِ بستر ہے
معافِ پیچ و تابِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے
معمّائے تکلّف سربہ مُہرِ چشم پوشیدن
گدازِ شمعِ محفل پیچشِ طومارِ بستر ہے
مژہ فرشِ رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر
بہ پائے خفتہ سیرِ وادیِ پُر خارِ بستر ہے
سرشکِ سر بہ صحرا دادہ نورالعینِ داماں ہا
دلِ بے دست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہے
بہ طوفاں گاہِ جوشِ اضطرابِ وحشتِ شب ہا
شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے
اسد جوشِ بہارِ دیدۂ بیدار کے صدقے
ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

●

خطر ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جائے
غرورِ دوستی آفت ہے تُو دشمن نہ ہو جائے

بہ پاسِ شوخیِ مژگاں سرِ ہر خار سوزن ہے
تبسم برگِ گل کو بخیۂ دامن نہ ہو جائے

جراحت دوزیِ عاشق ہے جائے رحم ڈرتا ہوں
کہ رشتہ تارِ اشکِ دیدۂ سوزن نہ ہو جائے

غضب شرم آفریں ہے رنگ ریزی ہائے خودبینی
سفیدی آئنے کی پنبۂ روزن نہ ہو جائے

سمجھ اس فصل میں کوتاہیِ نشو و نما غالب
اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

●

نوائے خفتۂ الفت اگر بے تاب ہو جاوے
پرِ پروانہ تارِ شمع پر مضراب ہو جاوے

اگر وحشت عرق افشانِ بے پروا خرامی ہو
بیاضِ دیدۂ آہو کفِ سیلاب ہو جاوے

زبس طوفانِ آب و گل ہے غافل کیا تعجّب ہے
کہ ہر یک گردبادِ گلستاں گرداب ہو جاوے

۱- مطبوعہ نسخہ ان پانچوں اشعار کی ردیف میں ''جائے'' درج کرتا ہے - مگر نسخۂ عرشی میں ''جاوے'' ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔

اثر میں یاں تک اے دستِ دعا اعجاز پیدا کر
کہ سجدہ قبضۂ تیغِ خمِ محراب ہو جاوے

بہ رنگِ گل اگر شیرازہ بندِ بے خودی رہیے
ہزار آشفتگی مجموعۂ یک خواب ہو جاوے

اسد باوصفِ عجزِ بے تکلّف خاک گردیدن
غضب ہے گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

تا چند نازِ مسجد و بت خانہ کھینچیے
جوں شمع دل بہ خلوتِ جانانہ کھینچیے

بہزاد نقشِ یک دلِ صد چاک عرض کر
گر زلفِ یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے

راحت کمینِ شوخیِ تقریبِ نالہ ہے
پائے نظر بہ دامنِ افسانہ کھینچیے

زلفِ پری بہ سلسلۂ آرزو رسا
یک عمر دامنِ دلِ دیوانہ کھینچیے

یعنی دماغِ غفلتِ ساقی رسیدہ تر
خمیازۂ خمار سے پیمانہ کھینچیے

پرواز آشیانۂ عنقائے ناز ہے
بالِ پری بہ وحشتِ بے جا نہ کھینچیے

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر
دامن کو اس کے آج حریفانہ کھینچیے
ہے ذوقِ گریہ عزمِ سفر کیجیے اسد
رختِ جنونِ سیل بہ ویرانہ کھینچیے

●

وہ مژہ بر آہ روبانیدن[1] از دل تیز ہے
یہ زمیں مثلِ نیستاں سخت ناوک خیز ہے
ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے
بیستون خوابِ گرانِ خسروِ پرویز ہے
ان ستم کیشوں کے کھائے ہیں زبس تیرِ نگاہ
پردۂ بادام یک غربالِ حسرت بیز ہے
خوں چکاں ہے جادہ مانندِ رگِ سودائیاں
سبزۂ صحرائے اُلفت نشترِ خوں ریز ہے
جلوۂ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد
جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

●

دامانِ دل بہ وہمِ تماشا نہ کھینچیے
اے مدّعی خجالتِ بے جا نہ کھینچیے

۱- عرشی : ''رویانیدن'' ۔

گل سر بہ سر اشارۂ جیبِ دریدہ ہے
ناز بہار جز بہ تقاضا نہ کھینچیے
حیرت حجابِ جلوہ و وحشت غبارِ راہ
پائے نظر بہ دامنِ صحرا نہ کھینچیے
واماندگی بہانہ و دل بستگی فریب
دردِ طلب بہ آبلۂ پا نہ کھینچیے
گر صفحے کو نہ دیجیے پردازِ سادگی
جز خطِ عجز نقشِ تمنّا نہ کھینچیے
خود نامہ بن کے جائیے اُس آشنا کے پاس
کیا فائدہ کہ منّتِ بیگانہ کھینچیے
دیدارِ دوستانِ لباسی ہے ناگوار
صورت بہ کارخانۂ دیبا نہ کھینچیے
ہے بے خمار نشّۂ خونِ جگر اسد
دستِ ہوس بہ گردنِ مینا نہ کھینچیے

●

زلفِ سیہ افعی نظرِ بد قلمی ہے
ہر چند خطِ سبز و زمرد رقمی ہے
ہے مشقِ وفا جانتے ہیں لغزشِ پا تک
اے شمع تجھے دعوئ ثابت قدمی ہے
ہے عرضِ شکست آئنۂ جرأتِ عاشق
جز آہ کہ سر لشکرِ وحشت علمی ہے

واماندۂ ذوقِ طربِ وصل نہیں ہوں
اے حسرتِ بسیار تمنّا کی کمی ہے
وہ پردہ نشیں اور اسد آئینۂ اظہار
شہرتِ چمنِ فتنہ و عنقا ارمی ہے

●

[1]تر جبیں رکھتی ہے شرمِ قطرہ سامانی مجھے
موجِ گردابِ حیا ہے چینِ پیشانی مجھے
شبنم آسا کُو مجالِ سبحہ گردانی مجھے
ہے شعاعِ مہر زنّارِ سلیمانی ہے
بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ اظہارِ تپش
جنبشِ نالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے
ضبطِ سوزِ دل ہے وجہِ حیرتِ اظہارِ حال
داغ ہے مُہرِ دہن جوں چشمِ قربانی مجھے

۱- اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ دو شعر درج ہیں :

کیوں نہ ہو بے التفاتی اس کی خاطر جمع ہے
جانتا ہے محوِ پرسش ہائے پنہانی مجھے
میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی
لکھ دیا منجملۂ اسبابِ ویرانی مجھے

شوخ ہے مثلِ حباب از خویش بیروں آمدن
ہے گریباں گیرِ فرصت ذوقِ عریانی مجھے
وا کیا ہرگز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس
ناخنِ بُریدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے
ہوں ہیولائے دو عالم صورتِ تقریر اسد
فکر نے سونپی خموشی کی گریبانی مجھے

●

یاد ہے شادی میں عقدِ نالۂ یارب مجھے
سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیرِ لب مجھے
ہے کشادِ خاطرِ وابستہ در رہنِ سخن
تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب مجھے
یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے
رشک آسایش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے
صبح ناپیدا ہے کلفت‌خانۂ ادبار میں
توڑنا ہوتا ہے رنگِ یک نفس ہر شب مجھے
شومیِ طالع سے ہوں ذوقِ معاصی میں اسیر
نامۂ اعمال ہے تاریکیِ کوکب مجھے
درد نا پیدا و بےجا تہمتِ وارستگی
پردہ دارِ یاوگی ہے وسعتِ مشرب مجھے
طبع ہے مشتاقِ لذت ہائے حسرت کیا کروں
آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

بسکہ سودائے خیالِ زلف وحشت ناک ہے
تا دلِ شب آبنوسی شانہ آسا چاک ہے

یاں فلاخن باز کس کا نالۂ بےباک ہے
جادہ تا کہسار موئے چینیِ افلاک ہے

ہے دو عالم ناز یک صیدِ شہِ دُلدل سوار
یاں خطِ پرکارِ ہستی حلقۂ فتراک ہے

خلوتِ بال و پرِ قمری میں وا کر راہِ شوق
جادۂ گلشن بہ رلکِ ریشہ زیرِ خاک ہے

عیش گرمِ اضطراب و اہلِ غفلت سرد مہر
دورِ ساغر یک گلستاں بر گریزِ تاک ہے

عرضِ وحشت پر ہے نازِ ناتوانی ہائے دل
شعلۂ بےپردہ چینِ دامنِ خاشاک ہے

ہے کمندِ موجِ گل آشفتہ فتراکی اسد
رنگ یاں بُو سے سوارِ توسنِ چالاک ہے

ز بسکہ مشقِ تماشا جنوں علامت ہے
کشاد و بستِ مژہ سیلیِ ندامت ہے

بہ پیچ و تاب ِ ہوس سلک ِ عافیت مت توڑ
نگاہ ِ خفتہ ٔ سر ِ رشتہ ٔ سلامت ہے
وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنون ِ ساختہ و فصل ِ گل قیامت ہے
نہ جانوں کیونکہ مٹے داغ ِ طعن ِ بد عہدی
تجھے کہ آئنہ بھی ورطہ ٔ ملامت ہے
اسد ! بہار ِ تماشائے گلستان ِ حیات
وصال ِ لالہ عذاران ِ سرو قامت ہے

●

مژہ پہلوئے چشم اے جلوۂ ادراک باقی ہے
ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخی ِ خاشاک باقی ہے
چمن میں کچھ نہ چھوڑا تو نے غیر از بیضہ ٔ قمری
عدم میں بھر فرق ِ سرو مشت ِ خاک باقی ہے
گداز ِ سعی ِ بینش شست و شو سے نقش ِ خود کامی
سراپا شبنم آئیں یک نگاہ ِ پاک باقی ہے
ہوا ترک ِ لباس ِ زعفرانی دل کشا لیکن
ہنوز آفت نسب یک عقدہ یعنی چاک باقی ہے
چمن زار ِ تمنا ہو گئی[1] صرف ِ خزاں لیکن
بہار ِ نیم رنگ ِ آہ ِ حسرت ناک باقی ہے

۱- عرشی : ''گیا''

◉

خود فروشیہائے ہستی بسکہ جائے خندہ ہے
تا شکستِ قیمتِ دلہا صدائے خندہ ہے

شوخیِ اظہار دندانہا برائے خندہ ہے
دعویٔ جمعیّتِ احباب جائے خندہ ہے

ہیں عدم میں غنچہ ہا عبرت کشِ انجامِ گل
یک جہاں زانو تامّل در قفائے خندہ ہے

عیشِ بے تابی حرامِ کلفتِ افسردگی
عرضِ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

نقشِ عبرت در نظر یا نقدِ عشرت در بساط
دو جہاں وسعت بہ قدرِ یک فضائے خندہ ہے

جائے استہزا ہے عشرت کوشیِ ہستی اسد
صبح و شبنم فرصتِ نشو و نمائے خندہ ہے

◉

حسنِ بے پروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہے
آئنہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

عجزِ دیدنہا بہ ناز و نازِ رفتنہا بہ چشم
جادۂ صحرائے آگاہی شعاعِ جلوہ ہے

اختلافِ رنگ و بو طرحِ بہارِ بے خودی
صلحِ کل گردِ ادب گاہِ نزاعِ جلوہ ہے

تا کجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن
چشمِ وا گردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

حسنِ خوباں بسکہ بے قدرِ تماشا ہے اسد
آئنہ یک دستِ ردِّ امتناعِ جلوہ ہے

●

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

سربر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر
فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سربسر
کب تک خیالِ طرّۂ لیلا کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب انشائے التفات
جوں درد میرے دل میں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

تمثالِ جلوہ عرض کر اے حسن ! کب تلک
آئینۂ خیال کو دیکھا کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

بے کاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

جنوں رسوائی وارستگی زنجیر بہتر ہے
بقدرِ مصلحت دل تنگیِ تدبیر بہتر ہے

خوشا خود بینی و تدبیر و غفلت نقدِ اندیشہ
بہ دینِ عجز اگر بدنامیِ تقدیر بہتر ہے

دلِ آگاہ تسکیں خیزِ بےدردی نہ ہو یارب
نفس آئینہ دارِ آہِ بےتاثیر بہتر ہے

خدایا! چشم تا دل درد ہے افسونِ آگاہی
نگہ حیرت سوادِ خوابِ بےتعبیر بہتر ہے

درونِ جوہرِ آئینہ جوں برگِ حنا خوں ہے
بتاں نقشِ خود آرائی حیا تحریر بہتر ہے

تمنائے اسد قتلِ رقیب اور شکر کا سجدہ
دعائے دل بہ محرابِ خمِ شمشیر بہتر ہے

وحشت کہاں کہ بےخودی انشا کرے کوئی
ہستی کو لفظِ معنیِ عنقا کرے کوئی

ہے لختِ دل سے جوں مژہ ہر خار شاخِ گل
تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی

جو کچھ ہے محوِ شوخیِ ابروے یار ہے
آنکھوں کو رکھ کے طاق پہ دیکھا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعت ایجاد نالہ خیز
یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی۔

ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

عرضِ سرشک پر ہے فضائے زمانہ تنگ
صحرا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسد
دکھلا کے اس کو آئنہ توڑا کرے کوئی

●

دریوزۂ ساماں ہا اے بے سر و سامانی
ایجادِ گریباں ہا در پردۂ عریانی

تمثالِ تماشا ہا اقبالِ تمنّا ہا
عجزِ عرقِ شرمے اے آئنہ حیرانی

دعوائے جنوں باطل تسلیم عبث حاصل
پروازِ فنا مشکل میں عجزِ تن آسانی

بیگانگیِ خوہا موجِ رمِ آہوہا
دامِ گلۂ الفت زنجیرِ پشیمانی

پرواز تپش رنگی گلزار ہمہ تنگی
خوں ہو قفسِ دل میں اے ذوقِ پر افشانی

سنگ آمد و سخت آمد دردِ سرِ خودداری
معذورِ سبکساری مجبورِ گراں جانی

گلزارِ تمنّا ہوں گلچینِ تماشا ہوں
صد نالہ اسد بلبل در بندِ زباں دانی

◉

باغ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈراتا ہے مجھے
چاہوں گر سیرِ چمن آنکھ دکھاتا ہے مجھے

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسماں بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے

جوہرِ تیغ بہ سر چشمۂ دیگر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اُگاتا ہے مجھے

مدّعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئنہ‌خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے

شورِ تمثال ہے کس رشکِ چمن کا یارب
آئنہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے

حیرتِ آئنہ‌انجامِ جنوں ہوں جوں شمع
کس قدر داغِ جگر شعلہ اٹھاتا ہے مجھے

میں ہوں اور حیرتِ جاوید مگر ذوقِ خیال
بہ فسونِ نگہِ ناز ستاتا ہے مجھے

حیرتِ فکرِ سخن‌ساز سلامت ہے اسد
دل پسِ زانوئے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

◉

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلّف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے

یاد رکھیے ناز ہائے التفاتِ اوّلیں
آشیانِ طائرِ رنگِ رسا ہو جائیے

بیضہ آسا تنگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

لطفِ عشقِ ہر یک اندازِ دگر دکھلائے گا
بے تکلّف یک نگاہِ آشنا ہو جائیے

داد از دستِ جفائے صدمۂ ضرب المثل
گر ہمہ افتادگی جوں نقشِ پا ہو جائیے

وسعتِ مشرب نیازِ کلفتِ وحشت اسد
یک بیاباں سایۂ بالِ ہما ہو جائیے

●

داغ پشتِ دستِ عجز شعلہ خس بہ دنداں ہے
اے ہوس مبارک ہو کارِ عشق آساں ہے

کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے
برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دہقاں ہے

حیرتِ تپیدن ہا خوں بہائے دیدن ہا
رنگِ گل کے پردے میں آئنہ پرافشاں ہے

عشق کے تغافل سے ہرزہ گردیِ عالم
روئے شش جہت آفاق پشتِ چشمِ زنداں ہے

غنچہ تا شگفتن ہا برگِ عافیت معلوم
باوجودِ دل‌جمعی خوابِ گل پریشاں ہے

گل بہ کوہ از لالہ بزم‌سازِ بے تابی
مثلِ دودِ مجمر ہا داغ بال افشاں ہے

اے کرم نہ ہو غافل ورنہ ہے اسد بیدل
از گہر صدف خالی پشتِ چشمِ نیساں ہے

●

گریہ سرشاریِ شوقے بہ بیاباں زدہ ہے
قطرۂ خونِ جگر چشمکِ طوفاں زدہ ہے
گریہ بے لذّتِ کاوش نہ کرے جرأتِ شوق
قطرۂ اشک دلے بر صفِ مژگاں زدہ ہے
بے تماشا نہیں جمعیّتِ چشمِ بسمل
مژہ فالِ دو جہاں خوابِ پریشاں زدہ ہے
فرصت آئینہ و پروازِ عدم تا ہستی
یک شرر بالِ دل و دیدہ چراغاں زدہ ہے
درسِ نیرنگ ہے کس موجِ نگہ کا یا رب
غنچہ صد آئنہ زانوئے گلستاں زدہ ہے
سازِ وحشت رقمی ہا کہ بہ اظہارِ اسد
دشت و ریگ آئنۂ صفحۂ افشاں زدہ ہے

●

خوابِ غفلت بہ کمیں گاہِ نظر پنہاں ہے
شام سائے میں بہ تاراجِ سحر پنہاں ہے
دو جہاں گردشِ یک سبحۂ اسرارِ نیاز
نقدِ صد دل بہ گریبانِ سحر پنہاں ہے

خلوتِ دل میں نہ کر دخل بجز سجدۂ شوق
آستاں میں صفتِ آئنہ در پنہاں ہے

فکرِ پروازِ جنوں ہے سببِ ضبط نہ پوچھ
اشک جوں بیضۂ مژگاں تہِ پر پنہاں ہے

ہوش اے ہرزہ درا تہمتِ بے دردی چند
نالہ در گردِ تمنّائے اثر پنہاں ہے

وہمِ غفلت مگر احرامِ فسردن باندھے
ورنہ ہر سنگ کے باطن میں شرر پنہاں ہے

وحشتِ دل ہے اسد عالمِ نیرنگِ نشاط
خندۂ گل بہ لبِ زخمِ جگر پنہاں ہے

●

مستی بہ ذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے
موجِ شراب یک مژۂ خواب ناک ہے

کلفت طلسمِ جلوۂ کیفیّتِ دگر
زنگارخوردہ آئنہ یک برگِ تاک ہے

ہے عرضِ جوہرِ خط و خالِ ہزار عکس
لیکن ہنوز دامنِ آئینہ پاک ہے

ہوں خلوتِ فسردگیِ انتظار میں
وہ بے دماغ جس کو ہوس بھی تپاک ہے

جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو
جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد
صحرا ہماری آنکھ میں اک مشتِ خاک ہے

●

غم و عشرت قدم‌بوسِ دلِ تسلیم‌آئیں ہے
دعائے مدّعا گم‌کردگانِ عشق آمیں ہے
تماشا ہے کہ ناموسِ وفا رسوائے آئیں ہے
نفس تیری گلی میں خوں ہو اور بازار رنگیں ہے
لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے
ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیرِ گلستاں کر
شرارِ آہ سے موجِ صبا دامانِ گلچیں ہے
پیامِ تعزیت پیدا ہے اندازِ عیادت سے
شبِ ماتم تہِ دامانِ دودِ شمعِ بالیں ہے
زبس جزحسن منّت ناگوارا ہے طبیعت پر
کشادِ عقدہ محوِ ناخنِ دستِ نگاریں ہے
نہیں ہے سرنوشتِ عشق غیر از بے‌دماغی ہا
جبیں پر میری مدِّ خامۂ قدرت خطِ چیں ہے
بہارِ باغ پامالِ خرامِ جلوہ فرسایاں
حنا سے دست و خونِ کشتگاں سے تیغ رنگیں ہے
بیابانِ فنا ہے بعدِ صحرائے طلب غالب
پسینہ توسنِ ہمّت کا سیلِ خانۂ زیں ہے

●

دیکھتا ہوں وحشتِ شوقِ خروش آمادہ سے
فالِ رسوائی سرشکِ سر بہ صحرا دادہ سے

دام گر سبزے میں پنہاں کیجیے طاؤس ہو
جوشِ نیرنگِ بہارِ عرضِ صحرا دادہ سے

پا ترابِ سیلِ طوفانِ صدائے آب ہے
نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

بزمِ مے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا
شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے

خیمۂ لیلیٰ سیاہ و خانۂ مجنوں خراب
جوشِ ویرانی ہے عشقِ داغ بیروں دادہ سے

بزمِ ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم اسد
دیکھتے ہیں چشمِ از خوابِ عدم نکشادہ سے

●

نظر پرستی و بے کاری و خود آرائی
رقیبِ آئنہ ہے حیرتِ تماشائی

ز خود گزشتنِ دل کاروانِ حیرت ہے
نگہ غبارِ ادب گاہِ جلوہ فرمائی

بہ چشم در شدہ مژگاں ہے جوہرِ رگِ خواب
نہ پوچھ نازکیِ وحشتِ شکیبائی

خرابِ نالۂ بلبل شہیدِ خندۂ گل
ہنوز دعویٔ تمکین و بیمِ رسوائی

شکستِ سازِ خیال آں سوے کریوۂ غم
ہنوز نالہ پر افشانِ ذوقِ رعنائی
ہزار قافلۂ آرزو بیابان مرگ
ہنوز محملِ حسرت بہ دوشِ خود رائی
وداعِ حوصلہ توفیقِ شکوہ عجزِ وفا
اسد ہنوز گمانِ غرورِ دانائی

●

کوشش ہمہ بےتابِ تردّد شکنی ہے
صد جنبشِ دل یک مژہ برہم زدنی ہے
گو حوصلہ پامزدِ تغافل نہیں لیکن
خاموشیِ عاشق گلۂ کم‌سخنی ہے
دی لطفِ ہوا نے بہ جنوں طرفہ نزاکت
تا آبلہ دعوائے تنک‌پیرہنی ہے
رامشگرِ اربابِ فنا نالۂ زنجیر
عیشِ ابد از خویش بروں تاختنی ہے
از بسکہ ہے محو بہ چمن تکیہ زدنہا
گلبرگ پرِ بالشِ سروِ چمنی ہے
آئینہ و شانہ ہمہ دست و ہمہ زانو
اے حسن مگر حسرتِ پیماں شکنی ہے

فریاد اسد بے نکہی ہائے بتاں سے[1]
سچ کہتے ہیں واللہ کہ اللہ غنی ہے

●

کاشانۂ ہستی کہ برانداختنی ہے
یاں سوختنی چارہ گرِ ساختنی ہے
ہے شعلۂ شمشیرِ فنا حوصلہ افگار
اے داغِ تمنا سپر انداختنی ہے
جز خاک بسر کردنِ بے فائدہ حاصل
ہر چند بہ میدانِ ہوس تاختنی ہے
اے بے ثمراں حاصلِ تکلیفِ دمیدن
گردن بہ تماشائے گل افراختنی ہے
ہے سادگیِ ذہن تمنائے تماشا
جائے کہ اسد رنگِ چمن باختنی ہے

●

گلستاں بے تکلف پیشِ پا افتادہ مضموں ہے
جو تو باندھے کفِ پا پر حنا آئینہ موزوں ہے

۱- مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع یوں ہے:
فریاد اسد ہے نکہی ہائے بتاں سے
اس صورت میں مصرع مہمل معلوم ہوتا ہے، اس لیے یہاں متن میں مطبوعہ نسخے کی ہو بہو نقل کے بجائے یہ مصرع نسخۂ عرشی سے لیا گیا ہے۔

بہارِ گل دماغِ نشۂ ایجادِ[1] مجنوں ہے
ہجومِ برق سے چرخ و زمیں یک قطرۂ خوں ہے
رجوعِ گریہ سوئے دل خوشا سرمایۂ طوفاں
بر انگشتِ حسابِ اشک ناخن نعلِ واژوں ہے
عدم وحشت سراغ و ہستی آئیں بندِ رنگینی
دماغِ دو جہاں پر سنبل و گل یک شبیخوں ہے
تماشا ہے علاجِ بے دماغی ہائے دل غافل
سویدا مردمِ چشمِ پری نظّارہ افسوں ہے
فنا کرتی ہے زائل سرنوشتِ کلفتِ ہستی
سحر از بہرِ شست و شوئے داغِ ماہ صابوں ہے
اسد ہے آج مژگانِ تماشا کی حنابندی
چراغانِ نگاہ و شوخیِ اشکِ جگر گوں ہے

●

منّت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے
دامانِ صد کفن تہِ سنگِ مزار ہے

۱- مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ لفظ 'ایجاہ' چھپا ہے اور افسوس ہے کہ میرے اپنے لکھے ہوئے اشارات میں اس لفظ کی تصحیح محفوظ نہیں ہے۔ 'ایجاہ' چونکہ صراحتاً غلط ہے اس لیے یہاں یا تو 'ایجاز' لکھ دینا ممکن تھا اور یا 'ایجاد'۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں پروفیسر شیرانی کا جو مخطوطہ محفوظ ہے، اس میں یہ لفظ ''ایجاد'' لکھا ہے۔ میں نے اسی سند پر اس لفظ کو ''ایجاد'' بنا دیا ہے۔

عبرت طلب ہے حلِّ معمائے آگہی
شبنم گدازِ آئنۂ اعتبار ہے

ہے ذرّہ ذرّہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق
گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے

خجلت کشِ وفا کو شکایت نہ چاہیے
اے مدّعی طلسمِ عرق بے غبار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرشِ شش جہتِ انتظار ہے

چھڑکے ہے شبنم آئنۂ برگِ گل پر آب
اے عندلیب وقتِ وداعِ بہار ہے

کیفیتِ ہجومِ تمنّا رسا اسد
خمیازہ ساغرِ مئے رنجِ خمار ہے

●

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے
کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے

فسردگی میں ہے فریادِ بیدلاں تجھ سے
چراغِ صبح و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے

بہارِ حیرتِ نظّارہ سخت جانی سے[1]
حنائے پائے اجل خونِ کشتگاں تجھ سے

پری بہ شیشہ و عکسِ رخ اندر آئینہ
نگاہِ حیرتِ مشّاطہ خوں فشاں تجھ سے

۱- شیرانی: ”ہے“۔

طراوتِ سحر ایجادیِ اثر یک سُو
بہارِ نالہ و رنگینیِ فغاں تجھ سے
چمن چمن گلِ آئینہ در کنارِ ہوس
امید محوِ تماشائے گلستاں تجھ سے
نیاز پردۂ اظہارِ خود پرستی ہے
جبینِ سجدہ فشاں تجھ سے آستاں تجھ سے
بہانہ جوئیِ رحمت کمیں گرِ تقریب
وفائے حوصلہ و رنجِ امتحاں تجھ سے
اسد بہ موسمِ گل در طلسمِ کنجِ قفس
خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستاں تجھ سے

●

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے
نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے
دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئنہ تمثال دار ہے
زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر
اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے
بے پردہ سوئے وادیِ مجنوں گزر نہ کر
ہر ذرّے کے نقاب میں دل بے قرار ہے
سودائیِ خیال ہے طوفانِ رنگ و بو
یاں ہے کہ داغِ لالہ دماغِ بہار ہے

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے
حیرت شہیدِ جنبشِ ابروئے یار ہے
حیراں ہوں شوخیِ رگِ یاقوت دیکھ کر
یاں ہے کہ صحبتِ خس و آتش برار ہے
اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں
طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے
غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ وفا
اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

●

حکمِ بیتابی نہیں اور آرمیدن منع ہے
باوجودِ مشقِ وحشتہا رمیدن منع ہے
شرم آئینہ‌تراشِ جبہۂ طوفان ہے
آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے
بیخودی فرمانروائے حیرت آبادِ جنوں
زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے
مژدۂ دیدار سے رسوائیِ اظہار دُور
آج کی شب چشمِ کوکب تک پریدن منع ہے
بیمِ طبعِ نازکِ خوباں سے وقتِ سیرِ باغ
ریشۂ زیرِ زمیں کو بھی دویدن منع ہے

یار معذورِ تغافل ہے عزیزاں شفقتے
نالۂ بلبل بہ گوشِ گل شنیدن منع ہے
مانعِ بادہ کشی ناداں ہے لیکن اے اسد
بے ولائے ساقیِ کوثر کشیدن منع ہے

●

قتلِ عشّاق نہ غفلت کشِ تدبیر آوے
یارب آئینہ بہ طاقِ خمِ شمشیر آوے
بالِ طاؤس ہے رعنائیِ ضعفِ پرواز
کون ہے داغ کہ شعلے کا عناں گیر آوے
عرضِ حیرانیِ بیمارِ محبّت معلوم
عیسیٰ آخر بہ کفِ آئنہ تصویر آوے
ذوقِ راحت اگر احرامِ تپش ہو جوں شمع
پائے خوابیدہ بہ دلجوئیِ شبگیر آوے
اس بیاباں میں گرفتارِ جنوں ہوں کہ جہاں
موجۂ ریگ سے دل پائے بہ زنجیر آوے
وہ گرفتارِ خرابی ہوں کہ فوّارہ نمط
سیل صیّادِ کمیں خانۂ تعمیر آوے
سرِ معنی بہ گریبانِ شقِ خامہ اسد
چاکِ دل شانہ کشِ طرّۂ تحریر آوے

تا چند نفس غفلتِ ہستی سے بر آوے
قاصد تپشِ نالہ ہے یارب خبر آوے[1]

ہے طاقِ فراموشیِ سودائے دو عالم
وہ سنگ کہ گلدستۂ جوشِ شرر آوے

دردِ آئنہ کیفیّتِ صد رنگ ہے یارب
خمیازہ طرب ساغرِ زخمِ جگر آوے

جمعیّتِ آوارگیِ دید نہ پوچھو
دل تا مژہ آغوشِ وداعِ نظر آوے

اے ہرزہ دوی منّتِ تمکینِ جنوں کھینچ
تا آبلہ محمل کشِ موجِ گُہر آوے

زاہد کو جنوں سبحۂ تحقیق ہے یا رب
زنجیریِ صد حلقۂ بیرونِ در آوے

وہ تشنۂ سرشارِ تمنّا ہوں کہ جس کو
ہر ذرّہ بہ کیفیّتِ ساغر نظر آوے

۱- مفتی انوارالحق کے مطبوعہ نسخے میں اس مصرع کی صورت یہ ہے:

قاصد تپشِ نالہ سے یا رب خبر آوے

مولانا عرشی نے ''سے'' کو سہو کاتب بتایا ہے اور مصرع کو وہ صورت دی ہے جو یہاں متن میں اختیار کی گئی ہے -

تمثالِ بتاں گر نہ رکھے پنبۂ مرہم
آئینہ بہ‌عریانیِ داغِ جگر آوے

ہر غنچہ اسد بارگہِ شوکتِ گل ہے
دل فرشِ رہِ ناز ہے بیدل اگر آوے

●

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے
نگاہ دل سے ترے سرمہ‌سا نکلتی ہے

بہ حلقۂ خمِ گیسوے راستی آموز
دہانِ مار سے گویا صبا نکلتی ہے

برنگِ شیشہ ہوں یک گوشۂ دلِ خالی
کبھی پری مری خلوت میں آ نکلتی ہے

فشارِ تنگیِ صحبت سے آتی ہے شبنم
صبا جو غنچے کی خلوت میں جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ
کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

اسد کو حسرتِ عرضِ نیاز تھی دمِ قتل
ہنوز یک سخنِ بے صدا نکلتی ہے

●

چار سوئے عشق میں صاحب‌دکانی مفت ہے
نقد ہے داغِ دل اور آتش زبانی مفت ہے

زخمِ دل پر باندھیے حلوائے مغزِ استخواں
تندرستی فائدہ اور ناتوانی مفت ہے

نقدِ انجم[1] تا نہ کے از کیسۂ بیروں ریختن
یعنی اے پیرِ فلک شامِ جوانی مفت ہے

گر نہیں پاتا درونِ خانہ ہر بیگانہ جا
بر درِ نکشودۂ دل پاسبانی مفت ہے

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے
بر ہوسہائے جہاں دامن فشانی مفت ہے

یک نفس ہر یک نفس جاتا ہے قسطِ عمر میں
حیف ہے اُن کو جو کھوویں زندگانی مفت ہے

مال و جاہ و دست و پائے زر خریدہ ہیں اسد
پس بہ دلہائے دگر راحت رسانی مفت ہے

⊙

بے تابیِ یادِ دوست ہم‌رنگِ تسلّی ہے
موجِ تپشِ مجنوں محمل‌کشِ لیلی ہے

کلفت‌کشیِ ہستی بدنامِ دو رنگی ہے
یاں تیرگیِ اختر خالِ رخِ زنگی ہے

۱- مفتی انوارالحق کے نسخے میں (نیز نسخۂ عرشی میں) ''نقد رنجم'' چھپ گیا ہے - ظاہر ہے کہ اسے ''نقدِ انجم'' پڑھنا چاہیے -

دیدن ہمہ بالیدن گردن[1] ہمہ افسردن
خوشتر زگل و غنچہ چشم و دلِ ساقی ہے

وہمِ طربِ ہستی ایجادِ سیہ مستی
تسکیں دہِ صد محفل یک ساغرِ خالی ہے

زلدانِ تحمّل میں مہمانِ تغافل ہیں
بےفائدہ یاروں کو فرقِ غم و شادی ہے

ہووے نہ غبارِ دل تسلیمِ زمیں‌گیری
مغرور نہ ہو ناداں سر تا سرِ گیتی ہے

رکھ فکرِ سخن میں تو معذور مجھے غالب
یاں زورقِ خودداری طوفانیِ معنی ہے

●

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

ہے انتظار سے شرر آبادِ رستخیز
مژگانِ کوہکن رگِ خارا کہیں جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں
گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے

کس فرصتِ وصال پہ ہے گل کو عندلیب
زخمِ فراق خندۂ بےجا کہیں جسے

۱- عرشی: ''کردن''۔

ہے تار و پودِ فرشِ تبسّم بہ بزمِ عیش
صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے
پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا
افسونِ انتظار تمنّا کہیں جسے
یارب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو
یہ محشرِ خیال کہ دنیا کہیں جسے
سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے
ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں
شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے
غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

●

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغِ دلِ بے درد نظر گاہِ حیا ہے
دل خوں شدۂ کشمکشِ کثرتِ اظہار
آئینہ بدستِ بتِ بدمستِ حنا ہے
تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ بہ اندازِ گُل آغوش کشا ہے
قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

مجبوریِ دعوائے گرفتاریِ اُلفت
دامن تہِ سنگ آمدہ احرامِ وفا ہے
سررشتۂ بے تابیِ دل در گرہِ عجز
پرواز بہ خوں خفتہ و فریاد رسا ہے
اے پرتوِ خورشیدِ جہاں تاب اِدھر بھی
سائے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے
معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ
تیغِ ستم آئینۂ تصویر نما ہے
بیگانگیِ خلق سے بیدل نہ ہو غالب
کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

●

اگر گُل حسن و اُلفت کی بہم جوشیدنی جانے
پرِ بلبل کے افسردن کو دامن چیدنی جانے
فسونِ حُسن سے ہے شوخیِ گلگونہ آرائی
بہار اِس کی کفِ مشّاطہ میں بالیدنی جانے
نوائے بلبل و گل پاسبانِ بے دماغی ہے
بہ یک مژگانِ خوباں صد چمن خوابیدنی جانے
زہے شب زندہ دارِ انتظارستاں کہ وحشت سے
مژہ در پیچکِ مہ سوزن آسا چیدنی جانے
خوشا شوقے کہ جوشِ حیرتِ اندازِ قاتل سے
نگہ شمشیر میں جوں جوہر آرامیدنی جانے

جفا شوخ و ہوس گستاخِ مطلب ہے مگر عاشق
نفس در قالبِ خشتِ لحد دزدیدنی جانے
نوائے طائرانِ آشیاں گم کردہ آتی ہے
تماشائے کہ رنگِ رفتہ بر گردیدنی جانے
اسد جاں نذرِ الطافے کہ ہنگامِ ہم آغوشی
زبانِ ہر سرِ مو حالِ دل پرسیدنی جانے

سوختگاں کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے
آئنہ نشانِ حال مثلِ گلِ چراغ ہے
لطفِ خمارِ مے کو ہے در دلِ ہمدگر اثر
پنبۂ شیشۂ شراب کف بہ لبِ ایاغ ہے
مفتِ صفائے طبع ہے جلوۂ نازِ سوختن
داغِ دلِ سیہ دلاں مردمِ چشمِ زاغ ہے
رنجشِ یارِ مہرباں عیش و طرب کا ہے نشاں
دل سے اٹھے ہے جو غبار گردِ سوادِ باغ ہے
شعر کی فکر کو اسد چاہیے ہے دل و دماغ
عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہے

رباعیات

بعد از اتمامِ بزمِ عیدِ اطفال
ایّامِ جوانی رہے ساغر کشِ حال
آ پہنچے ہیں تا سوادِ اقلیمِ عدم
اے عمرِ گزشتہ یک قدم استقبال

دیگر

ہر چند کہ دوستی میں کامل ہونا
ممکن نہیں یک زبان و یک دل ہونا
میں تجھ سے اور مجھ سے تُو پوشیدہ
ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

دیگر

شب زلف و رخِ عرق فشاں کا غم تھا
کیا شرح کروں کہ طرفہ‌تر عالم تھا
رویا میں ہزار آنکھ سے صبح تلک
ہر قطرۂ اشکِ چشم چشمِ نم تھا

دیگر

دل تھا کہ جو جانِ درد تمہید سہی
بیتابیِ رشک و حسرتِ دید سہی

ہم اور فسردن اے تجلیٰ افسوس
تکرار روا نہیں تو تجدید سہی

دیگر

سامانِ ہزار جستجو یعنی دل
ساغرکشِ خونِ آرزو یعنی دل
پشت و رخِ آئنہ ہے دین و دنیا
منظور ہے دو جہاں سے تُو یعنی دل

دیگر

اے کاش بتاں کا خنجرِ سینہ شگاف
پہلوئے حیات سے گزر جاتا صاف
اک تسمہ لگا رہا کہ تا روزے چند
رہیے نہ مشقّتِ گدائی سے معاف

دیگر

اے کثرتِ فہمِ بے شمار اندیشہ
ہے اصلِ خرد سے شرمسار اندیشہ
یک قطرۂ خون و دعوتِ صد نشتر
یک وہم و عبادتِ ہزار اندیشہ

دیگر

دل سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج
نیرنگِ زمانہ فتنہ‌پرور ہے آج

یک تارِ نفس میں جوں طنابِ صنّاع
ہر پارۂ دل برنگِ دیگر ہے آج

دیگر

گر جوہرِ امتیاز ہوتا ہم میں
رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں
ہیں نام و نگیں کمیں گہِ نقبِ شعور
یہ چور پڑا ہے خانۂ خاتم میں

دیگر

ہے خلقِ حسدقماش لڑنے کے لیے
وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لیے
مغرورِ وفا نہ ہو کہ جوں کاغذِ باد
ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

دیگر

مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اسے سخنورانِ کامل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش
گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل

خاتمۂ دیوان کے بعد جلد ساز نے جو سادہ اوراق لگائے ہیں اُن میں پانچ صفحوں پر بد خط اور غلط نگار کاتب نے حسب ذیل غزلیں نقل کی ہیں ۔ (یہ تمام غزلیات نسخۂ شیرانی کے متن میں موجود ہیں) -

صفحۂ اول

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے
آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جائے ہے

[1]غیر کو یارب وہ کیوں کر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

دور چشمِ بد تری بزم طرب سے واہ وا
نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

اس کی بزم آرائیاں سن کر دلِ رنجور یاں
مثلِ نقشِ مدّعائے غیر بیٹھا جائے ہے

۱- یہ مصرع کاتبِ غزل نے اس طرح نقل کیا ہے :
غیر کو کیونکر وہ یا رب . . .

[1] ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں
کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

●

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
تب اماں ہجر میں دی بردِ لیالی نے مجھے

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاریِ وہم
کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے

زندگی میں بھی رہا ذوق فنا کا مارا
نشہ بخشا غضب اس ساغرِ خالی نے مجھے

۱- کاتب نے یہ مصرع یوں لکھا ہے: ''ہو کے عاشق وہ پری وش اور نازک بن گیا'' مگر لفظ ''وش'' کے اوپر لفظ ''رخ'' بھی درج کیا ہے۔

ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے

بسکہ تھی فصلِ خزانِ چمنستانِ سخن
رنگِ شہرت نہ دیا[1] تازہ خیالی نے مجھے

جلوۂ خور سے فنا ہوتی ہے شبنم غالب
کھو دیا سطوتِ اسماے جلالی نے مجھے

صفحۂ دوم

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے
سینہ جویاے زخمِ کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصدِ نگاہِ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلاّلِ جنسِ رسوائی
دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے

۱- کاتب نے یوں لکھا ہے : ''رنگ شہرت ندیا نادیا تازہ خیالی نے مجھے''۔

وہ ہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہ ہی صد گونہ اشک باری ہے

دل ہوائے خرامِ ناز سے پھر
محشرستانِ بے قراری ہے

جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے
روز بازارِ جاں سپاری ہے

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز
گرم بازارِ فوجداری ہے

ہو رہا ہے جہان میں اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب
اشک باری کا حکم جاری ہے

دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اس کی روبکاری ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

●

چاہیے، خوباں کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر
جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے

دل تو[1] ہو اچھا نہیں ہے گر دماغ
کچھ تو اسبابِ تمنّا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایّامِ گل
بھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

۱- کاتب : ''دل کو ـ''

صفحۂ سوم

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے

ق

چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتوں کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

●

وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے
ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے

[1]کرے ہے قتل لگاوٹ میں تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا[2] کے جنبشِ لب ہی تمام کر ہم کو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

۱- کاتب : ''کرے قتل لگاوٹ میں . . . .''
۲- کاتب : ''دیکھا جنبش لب ہی . . . .''

یہ کون کھوے ہے آباد کر ہمیں لیکن
کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے ، شراب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

●

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آجائے ہے مجھ سے
جفائیں کرکے اپنی یاد ، شرما جائے ہے مجھ سے

خدایا جذبۂ دل[1] کی مگر تاثیر اُلٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

وہ بدخو اور میری داستانِ عشق[2] طولانی
عبارت مختصر ، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے

۱- پہلے 'جذبہ' کے بعد 'الفت' لکھا ہے ، پھر اسے کاٹ دیا ہے اور آگے مصرع موجودہ شکل میں لکھا ہے ۔
۲- کاتب : ''داستانِ شوق طولانی'' لطف یہ ہے کہ یہاں کے شعروں میں کہیں کہیں غالب کی تحریر کی بھی جھلک نظر آتی ہے ۔

[1]اُدھر وہ بدگمانی ہے اِدھر یہ ناتوانی ہے
[2]نہ پوچھا جائے ہے اُس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی[3] کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھُوٹا جائے ہے مجھ سے

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

صفحۂ چہارم

قیامت ہے کہ ہووے مدّعی کا ہم سفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

●

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

۱- کاتب : ''اودہر وہ بدگمانی ہے ایدہر یہ ناتاوانی ہے'' -
۲- کاتب : ''نہ پوچھا جائے ہے مجھ . . . '' -
۳- 'نا امیدی' کو 'نا امید' درج کیا ہے مگر پھر بھی یہ مصرع غالب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے -

پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

[1] پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمک داں کیے ہوئے

پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخون دل
ساز چمن طرازی داماں کیے ہوئے

باہمدگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

،، پھر طواف کوے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرض متاع عقل و دل و جاں کیے ہوئے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال[2]
گلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

۱۔ اس سے ماقبل کا شعر اس نقل میں شامل نہیں ہے۔ کاتب سے شاید سہواً حذف ہو گیا ہے۔
۲۔ کاتب۔ ''دوڑے ہے ایک گل و لالہ پر خیال''۔

صفحۂ پنجم

پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا[1]
جاں نذرِ دل فریبیِ عنواں کیے ہوئے

ڈھونڈے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس
زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو مقابل میں[2] آرزو
سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کیے ہوئے

اک نوبہارِ ناز کو چاہے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت، کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصوّرِ جاناں کیے ہوئے

پھر دل میں ہے کہ در پہ کسو کے پڑے رہیں
سر زیرِ بارِ منّتِ درباں کیے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

۱- کاتب : ''پھر ہتا (بجائے 'چاہتا' کے) ہوں نامۂ اعمال ('اعمال' کا لفظ کاٹ دیا ہے) دلدار کھولنا''۔
۲- کاتب نے ''مقابل'' کے بعد ''میں'' نہیں لکھا۔

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵	حاشیہ ۱	قلمزد کیا جائے اور اس کی جگہ یہ عبارت درج کی جائے :	
		بجائے وقف کے ''کاٹ کر حاشیے پر نقش بنایا ہے'' : مفتی انوار الحق ۔	
		''یہ ترمیم بین السطور میں ہے'' : مولانا عرشی ۔ اس شعر کے مصرعِ اول کا جزوِ ثانی عرشی صاحب نے ''خواب میں خرام اُس کا'' شائع کیا ہے ۔ نسخۂ شیرانی : ''خواب میں خرام اُس کا ۔''	
۳۷	حاشیہ ۴	. . . متن میں جگہ دی ہے) ;	. . . متن میں جگہ دی ہے مگر حاشیے کے اس اندراج کا ذکر نہیں کیا) :
۳۸	۱۱	. . . نفس در گرہِ یا رب تھا	. . . نفس در گرہِ[۲] یا رب تھا
۵۰	۳	گوئیا[۱] . . .	تو کہے[۱] . . .

۲- 'حاشیے پر ''در گرہ'' کی جگہ ''سلسلہ'' بنایا ہے'۔ مفتی انوار الحق کا نوٹ ۔

۱- ''گوئیا'' کو کاٹ کر ''تو کہے'' کیا ہے۔

۱ متن میں ''تو کہے'' کے نیچے پہلے ''گوئیا'' لکھا ہے ، پھر کاٹ دیا ہے ۔

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱		حاشیہ ۱ قلم زد کیا جائے۔	
۵۷	۸	مگر ستم زدہ ہوں . . .	مگر ستم زدہ[۲] ہوں . . .

۲- عرشی صاحب فرماتے ہیں کہ قلمی نسخے میں ''ستم زدہ'' کے بجائے ''جنوں زدہ'' ہے۔ مگر نسخۂ انوار الحق میں حسبِ اندراجِ بالا ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹		سطر ۱۰ اور سطر ۱۱ کے درمیان سات اشعار کی وہ غزل سہواً حذف ہو گئی ہے جس کا مطلع ہے :	

لہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا

کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

یہاں یہ پوری غزل درج ہونی چاہیے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۳	۶	ریزشِ سجدۂ جبینِ نیاز	[۱]ریزشِ سجدۂ جبینِ نیاز

۱- قلمی نسخے میں اس مصرع کا بصورتِ متداولہ پایا جانا قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ خود نسخۂ شیرانی میں یہ مصرع یوں درج ہے :

ریزشِ سجدہ ہائے اہلِ نیاز

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۷	حاشیہ	۱- عرشی : ”جوں ذرہ صد آئینہٗ بیرنگ نکالوں	۱- عرشی : ”جوں ذرہ صد آئینہٗ بیرنگ نکالوں“ شیرانی : ”جوں ذرہ صد آئینہٗ بے زنگ نکالوں“ غالباً یہی دوسری صورت صحیح ہے - مفتی انوار الحق کے نسخے میں ”ذرۂ صد آئینہ“ کی ترکیب محض کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے -
۱۵۱	۶	زمانے کی شبِ یلدا سے موئے سر پریشان ہیں	زمانے کی شبِ یلدا سے موئے سر پریشان ہیں ۱
			۱- عرشی : زمانے کے ، شبِ یلدا سے ، موئے سر پریشان ہیں -
۱۵۳	حاشیہ ۱	۱- عرشی :	۱- شیرانی و عرشی :
۱۵۶	حاشیہ	یہاں صحیح عبارت یوں ہے :	

مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں (نیز نسخہٗ عرشی میں) ان لفظوں کا املا اسی طرح ملتا ہے ، مگر چوتھے اور پانچویں شعر کے مصرعِ ثانی میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			"مرے بہ پائے بتے . . ." اور "دلے بہ دستِ نگارے . . ." آیا ہے۔ اس کے برعکس "نسخۂ شیرانی" میں چاروں مصرعے بصورتِ اول لکھے گئے ہیں (سرِ بپائے بتے ، وغیرہ)
۱۵۸	۱۶	سویدا داغِ مرہم . . .	۲سویدا داغِ مرہم . . .
			۲- شیرانی و عرشی : سوادِ داغِ مرہم . . ."
۱۶۲		ورنہ کیا داماں کے حسرت یہ نقشِ پا نہیں	۲ورنہ کیا داماں کے حسرت یہ نقشِ پا نہیں
			۲- شیرانی : "ورنہ کیا حسرت کشِ دامن یہ نقشِ پا نہیں ۔"
۱۶۵	۲	. . . عرشی . . .	. . . عرشی و شیرانی . . .

۱۹۲ حاشیے کی سطر ۱۱ کے بعد (جہاں بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ختم ہوتا ہے) یہ عبارت بڑھائی جائے : "نسخۂ شیرانی میں پہلے شعر کا مصرع اول یوں لکھا ہے : ہے ز پا افتادگیِ نشہ بیاری مجھے ۔ اور تیسرے شعر کا مصرع اول اس طرح : واں سے ہے تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسد ۔"